رازِ دہلی

حصۂ اوّل و دوم

دہلی کے ایک خاندان کا سچا فوٹو کھینچکر تعلیم نسواں کے بُرے نتائج
ظاہر کیئے ہیں اور عیاشی کے خراب نتیجوں کو عمدہ پیرایہ میں دکھایا ہے
دہلی کے مشہور میلوں بازاروں اور باغوں کے سین عجیب دلکش
لکھے گئے ہیں کہیں ظرافت ہے تو ایسی کہ پڑہنے والے بے اختیار
ہنستے ہنستے لوٹ جائیں کہیں ایسی متانت ہے جو صوفیوں کی دلپر
اپنا پورا اثر جمانیمیں جادو کا حکم رکھتی ہے۔ قیمت ۱۲ ہر دو حصہ

جناب منشی شیخ برکت اللہ صاحب ذاکر دہلوی نے تصنیف کیا۔

المشتہر
حافظ میرزا عبدالستار بیگ مالک تحفہ ہند
پریس دہلی

صلہ ہیں حمد و نعت مصطفےٰ کے ہر دعا حق سے / ترے سر پر ہو سایہ حشر میں محبوب یزداں کا
ہمیشہ یہ گلستاں سخن تازہ ہی رہتا ہے / دیا ہی خضر نے پانی چھڑک کیا آب حیواں کا
چمن ہی شعر ہر اک نقطہ اک اک بیل بوٹا ہی / مزا آتا ہی مجکو تیرے دیواں میں گلستاں کا
یہ ہو وہ باغ مضموں کا خزاں جسکو نہیں ہوتی / کھلا رکھا ہے دنیا میں مگر گلزار رضواں کا
خدا کا شکر ہے جو آرزو تھی ہو گئی پوری / پئے تاریخ مجکو فکر تھا ذاکر کے دیواں کا
سر اعجاز نکلا مصرعہ موزوں یہ اے مشتاق / صفحہ اک اک گلستاں بنگیا ذاکر کے دیواں کا
۶ ۶ ۱۹

دیگر

جب مرتب یہ ہو گیا دیوان / تھا میں تاریخ کے لیے قاصر
فکر تاریخ کی تو ہاتف نے / کیا ایما بگلشن ذاکر
۱۴ ۵ ۲۳

قطعات نتیجہ خیال جناب بسم اللہ بیگ صاحب بسمل دہلوی خطاب یافتہ بلیغ الملک

تکمیل کر لیا دیوان اپنا آپ نے ذاکر / دیا تکمیل میں کامل ثبوت اپنی لیاقت کا
نہیں ہمیں خزاں کا دخل تاریخ اسکی بسمل نے / کہی بے شبہہ دیواں آپکا ہے باغ جنت کا
۶ ۶ ۱۹

دیگر

کیا کہنے ہیں شیخ برکت اللہ صاحب / دیوان ہے تمہارا لعل و در کا معدن
تاریخ ہجری چاہیے تو بے شک / کہدیجے - جواہر سخن کا مخزن
۳۲ ۲۳ ۱۶

دیگر

کیا بات ذاکر آپکے دیواں کی آپ نے / گلزار ہر غزل کی زمیں کو بنا دیا
جو دیکھے چشم قدر سے تاریخ وہ کہے / کیا خوب باغ آپنے یہ ہے کھلا دیا
۶ ۶ ۱۸

از نتائج طبع جناب محمد برکت اللہ خانصاحب برکت خوشنویس دہلوی

جو سخن فہم ہیں بس ان کے لئے / صاف و شیریں ہے زبان ذاکر
چیدہ چیدہ ہے مضموں دیواں میں / اللہ اللہ رے - بیان ذاکر
فکر تاریخ کی تو دل نے کہا / ہر امید - نشان ذاکر
۲۳ ۵ ۱۴

تمام شد

تقریظ و قطعہ تاریخ جناب منشی محمد عاشق علی صاحب عاشق مہرولوی - شاگرد خلاق المعانی جناب مولانا ناسخ صاحب دہلوی

مژدہ بادصبا یہ لائی ہے + بوستاں میں بہار آئی ہے + حُسن ہر شاخ پہ برستا ہے +
گل ہر اک کھلکھلا کے ہنستا ہے + گل شجر شادماں ہیں گلشن میں + بلبلیں نغمہ خواں ہیں گلشن میں +
سبن بیلا الگ دکھاتا ہے + غنچہ ایک ایک مسکراتا ہے + شبنم اپنے لٹارہی ہے گہر +
ہے تبسم آج جامے سے باہر + صورت زلف یار سنبل ہے + کچھ عجب پیچدار سنبل ہے +
نرگس آنکھوں سے کچھ بتاتی ہے + سوسن اپنی جدا سناتی ہے + شادمانی ہے سرخ لالہ ہے +
بخت سبزے کا جاگ اُٹھا ہے + مرتبہ سرو کا ہوا ہے بلند + باغ میں ہر نہال ہے بہرہ مند +

سبحان اللہ! اسوقت فکر رنگیں عجب گل کھلا رہا ہے ابھی آنکھوں میں ایک عجیب و غریب پرفضا دلچسپ گلزار کا نقشہ کھنچا ہوا ہے۔ نکہت گل سے دماغ معطر ہے۔ نسیم سحری کے جھونکوں سے دل باغ باغ ہے اس وقت طوطئے خامہ جسقدر چہکے بجا ہے۔ ہماری آنکھوں میں جس پُربہار گلزار کا نقشہ کھنچ رہا ہے وہ ہمارے ایک مہربان قدرداں دوست جناب شیخ محمد برکت اللہ صاحب ذاکر دہلوی کا دیوان ہے۔ ماشاء اللہ چشم بد دور کیا طبیعت پائی ہے عجب زبان کی صفائی ہے۔ جو فقرہ ہے نشتر ہے جو مصرع ہے خنجر ہے۔ غزل کہنا جس قدر مشکل تھا آپنے اُسی قدر آسان کر دکھایا۔ اگر کہیں زلف کا ذکر چھیڑا ہے تو سلسلہ بند وہ چوٹی کے مضمون پیچدار لکھے کہ سلجھائے نہ سلجھے۔ اگر قد دلدار پر قلم اُٹھایا تو سرو کو سولی پر چڑھایا مصرع موزوں بنایا۔ اگر چشم یار کی تعریف منظور ہوئی تو وہ آہوے مضمون شکار کیے کہ آج تک سنی نہ سُنے اگر عارض جاناں کا نقشہ کھینچا ہے تو صاف آئینہ نظر آنے لگا۔ ماہ انور نثار ہو ہو کے قرآن کی قسمیں کھانے لگا کہیں نوک جھوک کی باتیں ہیں۔ کہیں وصل کی راتیں ہیں۔ کہیں معشوقوں کے جور و جفا کا بیان ہے۔ کہیں عاشقوں کی مہر و وفا کا تذکرہ ہے۔ کہیں شب ہجر کا رنج و الم تو کہیں روز فراق کا درد و غم۔ غرض آپکا دیوان کیا ہے اک پُرفضا گلستاں ہے۔ جسکا فرحت بخش نظارہ عجب پربہار ہے۔ زیادہ تعریف کرنا تصنع اور بناوٹ پر دلالت کرتا ہے۔ اسلیے ہم سب باتوں کو نظر انداز کر کے اس تقریر کو اعجاز و اختصار مدنظر رکھکر تاریخ ذیل پر ختم کرتے ہیں + قطعہ تاریخ۔

موزونیت میں شاعر سب ہیں اگرچہ یکساں + ہے فکر ہے لائق ہر اک کا تا بہ امکاں
دل آرہے شتابی اے عاشق سخنور + کہدے کہ ہے اچھا یہ بے نظیر دیواں

قطعات تاریخ از نتائج طبع جناب محمد میرزا صاحب مشتاق دہلوی

کیا ہے کا مضموں نے کچھ ایسا ابر نیساں کا + کہ اک اک حرف موتی بنگیا ہے تیرے دیواں کا

نسیم دہلوی ہم موجدِ بابِ فصاحت ہیں ؎ کوئی اردو کو کیا سمجھے گا جیسا ہم سمجھتے ہیں

شیخ برکت اللہ ذاکر دہلوی کا دیوان - اردو زباندانی کی کان - ان دنوں نظر سے گذرا - واہ وا سبحان اللہ - شیخ صاحب نے وہ جودتِ طبع دکھائی ہے کہ ہر غزل ہر محل رنگین مزاجوں کو دل پسند آئی ہے کیا صاف ستھری بول چال ہے - جس سے بلبلِ ہزار داستاں کی زبان ناطقہ لال ہے - تشبیہہ قدِ یار سے سرو و شمشاد تو کیا شجرِ طوبیٰ تک نہال ہے - روزمرّہ صاف - محاورات دلنشین - خاص دہلی اردو کی ٹکسالی سانچے میں ڈھلے ہوئے - بندش نئی مضمون نرالے ہیں - اور کیوں نہو فنِ شاعری میں چشمِ بددور شیخ صاحب بہت پرانے کہنے والے ہیں - ہر ایک شعر برجستہ ہے - مصرع مصرع خرمائے خستہ ہے چلتے کلام سے تبسم دہنوں کے لب بند ہوتے ہیں - دُرِ دندانِ معشوق کی صفت پڑھنے والے منہ آبِ گہر سے دھوتے ہیں - کہیں ہجرِ محبوب کے بیان میں آہ و نالوں نے زمین کو آسمان بنا دیا ہے کہیں وصالِ یار کی گفتگو میں بہشتِ بریں کو زمیں سے ملا دیا ہے - فکرِ عالی کی دقیقہ رس کمند نے نشیب و بلند ہموار بنا دیے ہیں - گلہائے مضامین سے دیوان کے ورق باغِ رضواں کے چمنوں کی طرح سجا دیے ہیں - ماشاء اللہ کیا تحریر ہے کہ حاسدانِ بدبیں کے لئے نوکِ نشتر ہے رگ کشِ خنجر - کھٹکتا ہوا کانٹا ہے - چبھتا ہوا تیر ہے - دل دادگانِ نظم - نقدِ جاں کے بدلے مول لینگے - سخن شناس ہر غزل کو پڑھ پڑھکر ہاتھوں ہاتھ داد دینگے - دعا ہے کہ یہ دیوان بے نظیر مقبولِ خاص و عام ہو - تا کہ لکھنے والے کا دونوں جہان میں نام ہو

قطعہ

واللہ یہ لکھا ہے ذاکر نے عجب دیواں
معنی میں ہے شیرینی لفظوں میں ہے رنگینی
اظہار کیا اچھا اسرارِ نہانی کا
جو سیر کرے دیکھے بیساختہ کہدیگا
بلیغ نرالی ہے سید ابھی تم کہہ دو

مضمون نرالے ہیں کیا شوخ طبیعت ہے
ہر مصرع مرصع ہے ہر شعر میں جدّت ہے
ہر چشمِ تمنا میں اک سُرمۂ وحدت ہے
گلشن وہ کھلایا ہے خجلت دہ جنّت ہے
ہاں کانِ فصاحت ہے یہ آنِ لطافت ہے
۱۳ ۵ ۲۲

لب جاں بخش سے سنتا ہوں میں انکارِ وصال
تو مسیحا ہے مجھے پیغامِ قضا دیتے ہیں

جنکے دل پستے ہیں تلووں سے ترے مثل حنا
مٹتے مٹتے وہ عجب رنگ جما دیتے ہیں

دیکھ لیتے ہیں مرا نام جو کاغذ پہ کبھی
چھیل دیتے ہیں وہ دھوتے ہیں مٹا دیتے ہیں

بھولی صورت پہ نہ جا اے دل ناداں ان کی
بت وہ کافر ہیں کہ ہل جل کے دغا دیتے ہیں

اُسکے کوچہ میں نہ جانا اے حضرتِ دل
دیکھو پچھتاؤگے ہم تمکو جتلا دیتے ہیں

بات کیا خاک کروں اُن سے کہ بے بات کئے
ایسے تیور کی وہ لیتے ہیں ڈرا دیتے ہیں

اُن کے دل میں نہ اثر ہو یہ عجب ہے ذاکر
آہ جب کرتے ہیں ہم عرش ہلا دیتے ہیں

سخت جاں دیکھے ہیں عشاق بھی غضب اے قاتل
جان جاتی بھی ہے اور جان سے جاتے بھی نہیں

صدمہ و رنج و قلق آپکی اس الفت میں
ایسے کچھ ہم نے اٹھائے کہ اٹھاتے بھی نہیں

ہائے وہ یاد ہے بیباکی سے کہنا اُن کا
تم جو روٹھے تو ہم ایسوں کو مناتے بھی نہیں

رہ روانِ عدم آباد کے جانے والے
ایسے جاتے ہیں کہ پھر لوٹ کے آتے بھی نہیں

خوب سمجھے ہیں تری زلف گرہ گیر کے پیچ
ایسے پھندوں میں یہاں دل کو پھنساتے بھی نہیں

نالہ ہائے دل وارفتہ یہ کیسی شورش
اُن کو بھولے سے کبھی یاد دلاتے بھی نہیں

دل پہ جو کچھ شبِ ہجراں میں گذر جاتی ہے
ہم وہ ہیں اپنی زباں پر کبھی لاتے بھی نہیں

یاس و حرماں ہی کہیں اور کہیں سوزِ فراق
اتنے غم ہیں دلِ ذاکر میں سماتے بھی نہیں

تقریظ قطعہ تاریخ جناب بابو چندی پرشاد صاحب شیدا دہلوی
شاگرد رشید خلاق المعالی جناب مولانا ناسخ صاحب دہلوی

لطف ہے یہ پینے پلانے کا ابھی اے ذاکر / مژدہ اے بادہ کشوں آج گھٹا چھائی ہے

پھر تلا ہے تیغ بکف تیر سنبھالے صیاد / طائر حسن نے پر پرزے نکالے صیاد
قدر جب ہو گی تجھے جور و جفا کی معلوم / ہو گیا گر کسی ظالم کے حوالے صیاد
کر لیا ہمنے بھی ہر زخم سے گلشن پیدا / جو گرا قطرۂ خوں پھول بنا۔ لے صیاد
بنگیا حلق کا پھندا اترا ہر حلقۂ زلف / بدنصیبوں کے تڑپنے کا مزا لے صیاد
تیغ پر تیغ لگا نام خدا کا لے کر / آج جی بھر کے اسیروں کی دعا لے صیاد
بلبلیں جال میں کہتی ہیں پھڑک کر ظالم / تجھسے فریاد ہے اے گیسوؤں والے صیاد
عاجزوں کا نہ تجھے معلوم ستانا ہو گا / پڑ گیا گر کسی بیدرد کے پالے صیاد
کل کے دن حشر میں کھل جائینگے عقدے سارے / دو گھڑی اور بھی بے پر کی اڑا لے صیاد
قتل کی ہمکو ہوس اور جھجک قاتل میں / دام میں صید نئے ہیں تو نرالے صیاد
تیر کی نوک سے محروم جو رکھا تو نے / زخم چھل چھل کے ہوئے جاتے ہیں آلے صیاد
تیغ ہنس ہنس کے لگا تیر چلیں رک رک کر / بجلیاں اور بھی دو چار گرا لے صیاد
داور حشر تجھے دیگا ستم کے بدلے / کام دنیا سے جو کرتا ہے نرالے صیاد
خود فراموشوں کی فریاد بری ہوتی ہے / ہوش میں آئے ذرا دل کو سنبھالے صیاد
یہ بھی معلوم ہے کچھ تاک میں ہے تیر قضا / اور دو چار گھڑی خون بہالے صیاد

خود چلے آتے ہیں گردن کو جھکائے ذاکر
کس لئے دام کسی صید پہ ڈالے صیاد

لب شیریں سے وہ دشنام سنا دیتے ہیں / شربت قند میں یاں زہر ملا دیتے ہیں
غیر کے نقش قدم راہ بتا دیتے ہیں / دوست دشمن کے مرا کام بنا دیتے ہیں
رخ روشن پس چلمن جو دکھا دیتے ہیں / آگ چھپ چھپ کے کلیجے میں لگا دیتے ہیں
کبھی جنت میں دکھا دیتے ہیں دوزخ کی بہار / کبھیں وہ آگ کو گلزار بنا دیتے ہیں

عیش و عشرت کا سماں آٹھ پہر آئے نظر — جشن نوروز جلائے یہ الٰہی سہرا
دیکھنے والوں کی آنکھوں میں چکاچوند آئی — رخ سے سرکا تھا سر بزم ذرا ہی سہرا

جشن شادی کی خوشی نے یہ دکھائی ہے بہار
آج ذاکر نے بھی لکھا ہے نیا ہی سہرا

رباعیات

اس بحر عمیق سے گذرنا ہوگا — ہاں موت کے گھاٹ ہی اترنا ہوگا
کیا مرگ عدو کی شادمانی ذاکر — تم کو بھی تو ایک روز مرنا ہوگا

آپے میں رہے تو کچھ نہ سمجھا تجکو — کھوئے گئے ہم آپ تو پایا تجکو
بینائی رہی تو کچھ نہ دیکھا ذاکر — آنکھیں ہوئیں جب بند تو دیکھا تجکو

کیا کیجئے افلاس و مصیبت کو رقم — کھانے کے لئے گھر میں جو کچھ ہے تو قسم
اسلام کی یہ ہوئی ہے حالت ذاکر — دولت ہے نہ ہمت نہ سخاوت نہ کرم

جب تک کہ نہ دید ہو نہ تفریح قلیل — بیمار پڑے رہتے ہیں بستر پہ علیل
کوچہ ہے حسینوں کا مفرح ذاکر — معشوقوں کے گھر ہو تک ہے کھانا علیل

اللہ اللہ ہے کیا پیاری تصویر — شوخی ہے چھلاوہ ہے یہ ساری تصویر
اب ہاتھ لگانے سے بھی جی ڈرتا ہے — بول اٹھے نہ کچھ منہ سے تمہاری تصویر

دوزخ کے شراروں کے قرینے آئے — اس شان سے گرمی کے مہینے آئے
پتھر بھی پگھلتے ہیں ستم ہے ذاکر — واللہ بتوں کو بھی پسینے آئے

ذاکر بنا جنت کی نشانی - پانی — ہے آب بقائے زندگانی - پانی
جی بھرتا نہیں پیجئے کتنے ہی گلاس — ہر سانس کی آواز ہے پانی - پانی

امرود فصل بہاری جو صبا لائی ہے — تو یہ ٹھٹے کی قدح نوشاں کی بن آئی ہے

شادمانی سے نہ کیوں نور ہو دونا ذاکر
مرے پہلو کا ہے دل آنکھ کا ہے تل سہرا

عکس رُخ سے جو چمکتا رہا ہر دم سہرا
بنگیا چہرے پر اک نورِ مجسم سہرا

عیش شادی کا مبارک ہو محمد اشفاق
شادمانی کا دکھاتا رہے عالم سہرا

دیکھنے ہیں اسے پہلے جو نظر پڑتی ہے
رُخِ نوشاہ سے ٹھیرا ہے مقدم سہرا

نظرِ بد سے بچانے کے لئے نوشہ کو
گوندھ کر لائی مالن قدِ آدم سہرا

مُردہ ارماں ہزاروں ہی جلائے اس نے
آج لایا اثرِ عیسیٰ مرہم سہرا

جلسے شادی کے مبارک ہیں نت نت گھر ہیں
سرِ نوشہ کو سلامت رہے جم جم سہرا

کیا صفت ہو سکے دونوں کی بیاں اے ذاکر
رُخِ نوشہ ہے پری۔ اور پری مجسم سہرا

سرِ نوشہ پہ ہے کیا آج درخشاں سہرا
رخ ہے خورشید تو رشکِ مہِ تاباں سہرا

خوب آئینۂ رخسار پہ قبضہ پا کر
بنگیا ہے رخِ تاباں کا نگہباں سہرا

دولھا دلہن کو مبارک ہو نویدِ جاوید
آرزو دونوں کی دونوں کا ہے ارماں سہرا

بجلیاں کوند گئیں یا کہ ہے چہرے کی چمک
رخ نوشہ پہ ہوا سے ہے پریشاں سہرا

دھوم شادی کی مبارک ہو رفیع خوشتر
گُل کھلائیگا نئے آج یہ ہاں ہاں سہرا

بنگیا درِ عدن لعلِ یمن اے ذاکر
اُسپہ طرّہ ہے بنے گا گل خنداں سہرا

ہو مبارک تجھے اے نورِ الٰہی سہرا
دے رہا آج ہے کیا شوکتِ شاہی سہرا

عارضِ صاف پہ نکھرا ہے نئے جوبن سے
رخ پہ کرتا ہے یہ دزدیدہ نگاہی سہرا

سر پہ بندھنے سے دلہن لگتی ہے پیاری پیاری
ماشاء اللہ ہے کیا نورِ الٰہی سہرا

بادۂ عیش مبارک ہو تمہیں شرف الدین
خوش نصیبی کی یہ دیتا ہے گواہی سہرا

پنجۂ مہر بھی تصدق ہے — خوشنما ہے یہ واہ وا سہرا
بوئے عارض تھی کیا نسیم بہار — رخ پہ آتے ہی کھل گیا سہرا
سونگھنے کو نہیں ہیں جنت میں — اتنا پھولوں میں تل گیا سہرا
پائے بوسی کو آیا دامن تک — دیکھنا حد سے بڑھ گیا سہرا
نظر بد کے واسطے سر بزم — تیر و تلوار بن گیا سہرا

باغ رضواں سے پھول لا لا کر
تم نے ذاکر بنا لیا سہرا

رخ نوشاہ سے جو ہو کے مزین سہرا — پھول کر آج بنا غیرت گلشن سہرا
پنجۂ مہر نے لیں ہیں بلائیں اُن کی — گوندھ کر لائی ہے جن ہاتھوں سے مالن سہرا
شادمانی ہو مبارک یہ ۔ محمد ایوب — دے رہا ہے ترے رخسار پہ جوبن سہرا
اسلئے منہ پہ بکھرتا ہوا آیا سر بزم — چشم بدبیں کے لئے بن گیا ناگن سہرا
حرم و دیر میں ہے دھوم تری شادی کی — دیکھنے آئے ہیں سب شیخ و برہمن سہرا
عیش کی گھڑیاں دکھاتی ہیں چمن سہرے کی — شاخ عشرت پہ بنائیگا نشیمن سہرا

تا رہیں دولہا دلہن دونوں سلامت ذاکر
گوندھ کر لائی ہیں یوں سات سہاگن سہرا

گل رخسار پہ نوشہ کے ہے مائل سہرا — روح عاشق ہے کہ ہے جان عنادل سہرا
کس ادا سے ترے رخ پر ہے ۔ محمد اسحاق — کر گیا لاکھ پریزادوں کو بسمل سہرا
لے رہا ہے جو بلائیں ترے رخ کی ہر دم — ہو گیا آج پرستاروں میں داخل سہرا
یوں بچایا نگہ بد سے تجھے اے نوشاہ — نظر و رخ کے ہوا بیچ میں حائل سہرا
ایک مدت میں برآئی ہیں مرادیں دل کی — عمر بھر کی ہے کمائی کا یہ حاصل سہرا
شادمانی کہ یہ بنیاد دھری جاتی ہے — عیش دنیا کی یہ پہلی ہے منزل سہرا

در حشر زنم دست بہ دامان محمدؐ

وہ حسن تھا جس پر کہ خدا خود ہوا شیدا
وہ نور تھا کہ تھا نور خدا جس سے ہویدا
ایسا نہ ہوا کوئی نبی اور نہ ہوگا
یوسف کہ خریدست زلیخا بہ تمنا

بود است غلامے ز غلامان محمدؐ

محبوب خدا - شافع امت ارم آرا
کیا صل علےٰ ذات ہے یہ رتبہ ہے کسکا
کوئی نہ ہوا ایسا نبی حق کو پیارا
توریت کہ بر موسیٰ و انجیل بہ عیسیٰ

شد نسخہ بیک نکتہ ز فرقان محمدؐ

قدرت ہے خدا کی کہ بر آیا مرا ارمان
صدقہ دل بیتاب ہوا جان ہے قربان
ذاکر ہمیں یہ قول پسند آتا ہے ہر آن
یک جاں چہ کند سعدی مسکیں کہ ز صد جان

سازیم فدائے سگ دربان محمدؐ

سہرے

گوندھ کر لائی ہے مالن ترا پرزر سہرا
صبغتہ اللہ - مبارک ہو ترے سر سہرا
ابر سے چاند کا جلوہ نظر آیا سب کو
دیکھا تونے جو سر بزم اٹھا کر سہرا
تیرے آئینۂ رخسار پہ قبضہ پا کر
ہو گیا آج نصیبے کا سکندر سہرا
اہل محفل کی تری سمت جو اٹھتیں آنکھیں
چھا گئے تار نظر چہرے پہ بنکر سہرا
پائے بوسی کے لئے جھک کے بڑھا آتا ہی
کیا خوشی ہے چلا دامن سے نکلکر سہرا
پھول پھولے نہیں جامے میں سماتے اپنے
رنگ کیا لائے ہیں بنکر تر اگز بھر سہرا

چاند سے چہرے کی لے لے کے بلائیں ذاکر
چاند کا ہالہ بنا آج سراسر سہرا

گل و گوہر کا بن گیا سہرا
ہے محمد عمر نیا سہرا

شہنشاہِ دو عالم ہیں بخلوت میں بہر سو رے | نہیں محروم جاتا کوئی انکے آستانہ سے
جو بے ساماں آتا ہے وہ باساماں جاتا ہے

وہ نام ایسا ہے صدقے دل ہوا ہے اور مری جاں بھی | وہی سرتاج آدم ہے وہی محبوب یزداں بھی
عجب کیا نقش پا چومیں فرشتے بھی اور انساں بھی | درِ عالی پہ انکے سر کے بل گردوں گرداں بھی
ادب سے روز ہونے کو بلا گرداں جاتا ہے

قیامت جان پر توڑینگے جب صدمے قیامت کے | نظر آئینگے مردے مضطرب سے اور پریشاں سے
تکینگے منہ محمد کا وہاں جتنے کھڑے ہونگے | شفاعت ہم گنہگاروں کی ہوگی انکے بن کس سے
وہی نظروں پہ چڑھتے ہیں انہیں پر دھیاں

ظہور نور کا عالم تماشا ہے محمد کا | کہ صورت گر بھی خود محوِ نظارا ہے محمد کا
ہر اک ذاکر کا اب ہر دم سہارا ہے محمد کا | ظفر صل علے کیا نام پیارا ہے محمد کا
کہ دل اس نام پر سو جان سے قرباں جاتا ہے

خمسہ بر غزل سعدی شیرازی رح

سب روزِ ازل سے ہیں ثنا خوانِ محمد | اس درجہ بڑھی صل علی شانِ محمد
شاہوں سے بھی بڑھکر ہیں غلامانِ محمد | عرش ست یکے پائے ز ایوان محمد
جبریل امیں خادمِ دربان محمد

کیا ذات ہے کیا شان ہے العمر کی قسم | تعظیم میں جسکی یہ ہوئی پشت فلک خم
حضرت کے سوا کب کوئی حق کا ہوا ہمدم | آزاد خدا وند کہ مخفی است بعالم
پیدا و نہاست بہ کتمان محمد

جس وقت قیامت میں نظر آئیگی ہلچل | افلاک و زمیں سب ہی ہو جائینگے بےکل
آئینگے نظر آدم و عیسے سبھی مختل | از بحرِ شفاعت چہ اولو العزم چہ مرسل

پل جس کی ساقِ پلے بنا رودِ نیل کا

پتا بھی ایک ہلتا نہیں اُسکے حکم بن
کیسی پری کہاں کا سایہ کہاں کا جن
ہر اُسکے کیا کہے جہاں جلئے عقل چھن
پھرتا ہے اُسکے حکم سے گردوں یہ رات دن
چلتا ہے یاں عمل کوئی جرِ ثقیل کا

معراج پہ گئے جو شہنشاہِ انس و جاں
اک دم میں سارا دیکھ لیا عرش لامکاں
اُس جا پہ پہونچے جا نہیں سکتا جہاں گماں
بلوایا اپنے دوست کو اُس نے وہاں جہاں
مقدور پر زدن نہ ہوا جبرئیل کا

سمجھے نہ علم اس کا ملک آسمان پر
پہونچیگی پھر زمیں سے کہاں فکر پر بشر
ذاکر ہزاروں مر گئے سر پھوڑ پھوڑ کر
کیا پائے کنہ ذات کو اس کی کوئی ظفر
واں عقل کا ہے دخل نہ ہرگز دلیل کا

دیگر

جو بحرِ عشقِ آنحضرت میں ڈوب انسان جاتا ہی
تو وہ عرفاں کا ساحل خود بخود پہچان جاتا ہے
حقیقت میں حقیقت کے سمجھ ارکان جاتا ہے
محمد کو جو پہچانے خدا کو جان جاتا ہے
کوئی اس میں ذرا شک لائے تو ایمان جاتا ہے

مکاں سے لامکاں پہونچے دوئی کا جب اُٹھا پردہ
ملے دو عاشق و معشوق پھر کیا رہگیا پردا
بنے عارف وہ ہی جنپر کھلا یہ بر ملا پردہ
احد ہیں اور احمد میں فقط ہے میم کا پردا
جسے پہچاننا آتا ہے وہ پہچان جاتا ہے

کروں تعریف کیا اللہ اکبر اُنکے روضہ کی
منور چادر مہ سے ہے چادر اُنکے روضہ کی
فضا خلد بریں سے بھی ہی بہتر اُنکے روضہ کی
زیارت ہو گئی جسکو میسر اُنکے روضہ کی
کہاں قبضہ سے اُسکے خلد اے رضوان جاتا ہی

عجب حل علی اعجاز ہیں درگاہ احمد کے
خزانہ دولت بخشش کا جو آئے وہ لیجائے

مشہور زمانہ ہوا وہ حسن تمہارا — روئے ہمہ خوبانِ جہاں را بہ تماشا

دیدیم ولے آئینہ روئے تو دیدیم

ہر سمت نظر آتا ہے اک جلوۂ حیرت — پابند شریعت ہوں کہ پابند طریقت

پنہاں و عیاں سب میں نظر آتی ہے قدرت — در ظاہر و باطن بہ مجاز و بہ حقیقت

خلق دو جہاں را ہمہ رو سوئے تو دیدیم

دیکھو تو سیاہی میں سفیدی کا ہے نقشا — ہر آنکھ کی پتلی میں ہے وہ نور کسی کا

اب کیوں نہ ہو شیدا کرے دل زار کو سودا — از مغربی احوال می پرسید کہ اورا

سودا زدہ طرۂ ہندوئے تو دیدم

بر غزل ظل الہ بہادر شاہ مرحوم ظفر

شوکت وہ قبیلہ وہی اسمعیل کا — صورت وہ جمیلہ بنی اسرائیل کا

واں لب کشا ہو منہ ہے کیا عبد ذلیل کا — مقدور کس کو حمد خدائے جلیل کا

اس جائے بے زباں ہے دہن قال و قیل کا

گر وہ ہے تو ہے شان خدائے کریم کی — گر یہ ہے تو ہے مہر غفور الرحیم کی

رحمت یہ ادنا اسکی ہے خلق عمیم کی — پانی میں اُس نے راہبری کی کلیم کی

آتش میں وہ ہوا چمن آرا خلیل کا

ملعون اک شاہ زبردست تھا بڑا — مغرور ہو کے ڈھانے چڑھا خانۂ خدا

خالق کو اپنے نام کا کچھ پاس آگیا — اُس کی مدد سے فوج ابابیل نے کیا

لشکر تباہ کعبہ بے اصحاب کا

ضرب عصائے موسیٰ سے در عوج بن عنق — جسم کلاں پہ ناز نہ کر عوج بن عنق

کیا ہے جو کہدے تو یہ اگر عوج بن عنق — پیدا کیا وہ اُس نے بشر عوج بن عنق

کس لیے عاشق نہ اپنی جان دے | درد ہجراں سے نہ کیوں آہیں بھرے
ایک عالم جاں سے جب تجھ پر مرے | من ندیدم چوں تو ہرگز دلبرے

سرکش عاشق کش غارت گرے

تو خفا ہو یا کہ کر مجھ پر کرم | جاں بھی گر لے نہیں یاں کوئی غم
ہے یہی امید اب تو دمبدم | من سر دارم کہ در پایت کشم

تو کہ در خوبی نداری ہم سرے

کون دیکھے ہے بھلا کسکو یہ تاب | یہی بہتر ہے کہ ہے تجکو حجاب
وا کیا تو نے اگر بندے نقاب | در زمیں پنہاں بماند آفتاب

گر برائے ما دادا از منظرے

کہتا ہے ذاکر جو اے پیر و جواں | رغبت دل سے سنو یا گوش جاں
ہے یہ اک اہل کرامت کا بیاں | ہر کہ دیدار چشم چشم خضر خوں رول

ہر تن او گشتہ ہر مو نشترے

خمسہ بر غزل مغربی رح

یکتائے دو عالم رخ نیکوئے تو دیدیم | وز راحت ہستی ہمہ یک خوے تو دیدیم
از گلشن گیتی قد دلجوئے تو دیدیم | ہر سو کہ دو دیدیم ہمہ روئے تو دیدیم

ہر جا کہ رسیدیم سر کوئے تو دیدیم

جنبش ترے ابرو کی ہے ہمرنگ قیامت | تلوار نظر آنے لگی بہر شہادت
کیا شوق ہے مشتاق کعبہ جلی آتی ہے خلقت | ہر قبلہ کہ بگزید دلم بہر عبادت

آں قبلۂ دل را خم ابروئے تو دیدیم

تھامے ہوئے کیا پھرتے ہیں عشاق کلیجا | اندھر منزالاہے قیامت ہے سراپا

آنچناں کردی و نادانی ہنوز | جاں زتن بردی و درجانی ہنوز
درد ہا دادی و درمانی ہنوز

کون تیرے سامنے ہو مدعی | کس سے ہو تقلید تیرے ناز کی
کوئی دیکھے شعبدہ بازی تری | آشکارا سینہ ام بشگافتی
ہمچناں در سینۂ پنہانی ہنوز

عاشق و معشوق میں ہے ساز و باز | وہ ہے بندہ اور یہ بندہ نواز
ہیں عجب کچھ عشق کے راز و نیاز | ملکِ دل کردی خراب از تیغ ناز
وندریں ویرانہ ام سلطانی ہنوز

تجھکو کیا معلوم اے رشک پری | میرے دل سے پوچھ اپنی برتری
قدر تونے یہ کچھ مگر اپنی نہ کی | ہر دو عالم قیمت خود گفتہ ئی
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ہر جگہ تو ہی عیاں ہے اور نہاں | شرم محبوباں شورِ عاشقاں
ہے یہ کیا گاہِ چنیں گاہِ چناں | جور کردی سالہا بر کافراں
بحر رحمت با مسلمانی ہنوز

میں تجھے بیداد گر تیری قسم | جاں نثا تعا صاحب لطف و کرم
دارے بیداد بانئے ستم | من زگریاں چوں نمک بگداختم
تو بخندہ شکر افشانی ہنوز

ذاکر آشفتہ دل خوبلد پرست | اب نہ ہو اتنا تو ئے لفت سے دست
سن یہ کیا کہتا ہے اک مست الست | پیر و شاہد پرستی ناخوش است
خسروا خاکے پریشانی ہنوز

دیگر

نکل کر دونوں جنت سے غرض رنجیدہ تھے باہم
یہ روئے حق سے بولے آخرش احمد کے صدقے میں ہم
سر رحم آیا سنتے ہی ندا یہ خالق اکرم
اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجّینا

بھلائی کا جہاں ہے رشتہ جب ہو گیا مسدود
کوئی فرعون بن بیٹھا کوئی پیدا ہوا نمرود
نبی اس حال میں ہمکو عنایت وہ ہوا مسعود
محمد احمد و محمود داور اخالقش بستود

کزو شد جود و ہر موجود وز شد دیدہا بینا

اسی کے سبب سے سب پیمبر خلق میں آئے
اُسی کی آمد آمد کی تمامی ہیں خبر لائے
وہی پور اسلماں ہے جسے اُسپر یقیں آئے
نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت جاہے

نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسیٰ آں ید بیضا

ادائیں اُسکی ساری ہیں خدائے پاک کو بھائیں
عنایت و کرم بخشش ہیں کیسی کیسی فرمائیں
صفت میں سورتیں جسکی کلام اللہ میں آئیں
بوصفش سورہ طٰہٰ مزمل وہم یٰسیں

بمعجز ذات عالی تلک الرسل فضلنا

ثنا میں کیا کہوں عضا ایسے پائے تھے باہم
خدا کی جسکی تعریفوں میں اتریں سورتیں دایم
پکارا دیکھکر عالم وہ اسکی آنکھوں کا عالم
دو چشم نرگسینش را مازاغ البصر خوانم

دو زلف عنبرینش را کہ واللیل اذا یغشا

سبب سے اسکے پھیلا دیں اور پختہ ہوا ایماں
عیاں نکتے کئے علم لدنی کے جو تھے پنہاں
بجا کہتے ہیں ذاکر دیکھو جامی صاحب عرفاں
ز شرح سینہ جامی الم نشرح لک برخواں

ز معراجش چہ میخوانی کہ سبحان الذی اسریٰ

بر غزل خسرو رحمۃ اللہ علیہ

عشق بادادی و حیرانی ہنوز
دل گرفتے بہ پشیمانی ہنوز

خمسہ بر غزل مولا جامی علیہ الرحمۃ

گل چمن میں چاک داماں از نگاہ چشم تو | بلبلیں پُر شور افغاں از نگاہِ چشم تو
سنبل چشم غزالاں از نگاہ چشم تو | نرگس اندر باغ حیراں از نگاہ چشم تو
مست آہو در بیاباں از نگاہِ چشم تو

تجھپہ میں صدقہ کروں سو طرح سی جان و تن | جان من ایمان من اے مہر من اے ماہ من
ہے غضب انداز تیرا اور قیامت بانکپن | با ہزاراں حسن و خوبی دامنِ گل در چمن
چاک گشتہ تا گریباں از نگاہ چشم تو

جب نہ ہو غم نام کو اور ہو طبیعت کو فراغ | جستجو میں ہو اور ڈھونڈے کوئی جا کر باغ
بن ترے بھائے بھلا کسکو ہوائے سیرِ باغ | جامہ نیلی کردہ سوسن لالہ را در سینہ داغ
کاکل سنبل پریشاں از نگاہ چشم تو

اے یک خوبان عالم اے شہنشہ با وقار | شاد کر دیدار سے میرا دل امیدوار
یوں تو کہنے کو ترے عاشق ہوئی ہیں بیشمار | قمریاں کو کو نالاں عندلیباں صد ہزار
در ریاض دوست نالاں از نگاہِ چشم تو

پوچھتا ایک اک سے کیا ہے ذاکر خستہ جگر | ہے ہر اک اپنے تردد میں پھنسا فرد بشر
دیکھ اپنے ماجرے کی دی یہ دلبر کو خبر | حال جامی را چہ پرسی تیر خوردہ در جگر
گاہ افتاں گاہ خیزاں از نگاہِ چشم تو

دیگر

وہی ما دولت دنیا کا وہی لمحا ہے عقبےٰ کا | بجا ہے فخر آدم کا وہی نازش ہے حوا کا
ہوا کب آج تک ایسا نہ آئندہ کوئی ہوگا | وصلی اللہ علےٰ نورے کزو شد نور ہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک از عشق او شیدا

ہم بھی ذاکر ہیں جانبازی سے مدہوش رہیں
اُنکا انداز اگر ہوش ربا ہوتا ہے

عقل کل بادِ مخالف اُسے سمجھے ذاکر
شب فرقت جو مرا نالہ رسا ہوتا ہے

دل کھنچا سوئے دلربا کیا ہے
اثرِ جذب اسے خدا کیا ہے

کانٹا میرا اگلا - گلا کیا ہے
مُنہ سے کچھ نکلے حوصلا کیا ہے

دامن ضبط چھٹ گیا کیا ہے
ہاتھ اوچھا کہیں پڑا کیا ہے

خاک میں ملکے خاک ہو جانا
ماسوا اسکے کیمیا کیا ہے

نہیں آتی نظر ہے صورتِ وصل
مثل آئینہ وہ صفا کیا ہے

مذہبِ عشق میں نہ پوچھو تم
ہے روا اور ناروا کیا ہے

شمع اقبال غیر کی دی ہے بجھا
پھر نہ کہنا کہ دل جلا کیا ہے

دم ادھر چھوٹا اور عدم پہونچا
ہے قریب اتنا فاصلا کیا ہے

چین مالیں سے بھی خشک ہے
تو بھی اسے موج بوریا کیا ہے

ہے جواب اپنے جسم لاغر کا
کمرِ یار غلغلہ کیا ہے

چاند ٹیکے کا تیرے ماتھے پر
کہتا ہے شمس فی السما کیا ہے

ہے جو زیبا لیشوں میں شامِ عروس
کچھ نظر آیا دن ڈھلا کیا ہے

دال بگڑنا بناؤ دیتا ہے
بے ادائی میں بھی ادا کیا ہے

جو مسلسل ہے اشک خون افشاں
سبحہ یاقوت خوشنما کیا ہے

آنے پر رنج جانے پر رونا
ابتدا کیا ہے انتہا کیا ہے

کہتی رفتار ہے وہ گرما گرم
حشر خورشید نقش پا کیا ہے

مدعا اُن سے جب کہا ذاکر
دور ہم خاموشی ادا کیا ہے

فوارے جنگئی ہیں اپنی لہو کی دھاریں
رگ رگ میں نشتر غم - فصاد ہو گیا ہے

پر نوچتے ہو میرے رکھکر قفس کے اندر
اب ظلم بھی تمہارا - ایجاد ہو گیا ہے

کوئے بتاں کو اپنے جنت بنائیں گے ہم
محروم وصل جنت شداد ہو گیا ہے

جب سے اڑا لیا ہے قدِ بتاں کا نقشہ
گلشن میں سرو آکر آزاد ہو گیا ہے

پہلو میں دل ہمارا تھا ایک خوں کا قطرہ
وہ بھی بتوں کا وقفِ بیداد ہو گیا ہے

ہر وقت فکر دنیا رنج خیالِ عقبیٰ
زاہد کا نام اب تو ناشاد ہو گیا ہے

کہتے ہیں سب سخنور میری غزل کو سنکر
ذاکر بھی اپنے فن میں اُستاد ہو گیا ہے

روز اے تیغ ستم خونِ وفا ہوتا ہے
بزم قاتل میں سدا ذکر جفا ہوتا ہے

بے مزہ کب دہن تیغ رہا ہے قاتل
نمکیں خون شہادت کا مزا ہوتا ہے

پوچھ لے تو ہی مرے دستِ جنوں سے مرگ
کس طرح چاک گریبان قبا ہوتا ہے

وصل میں پھر کہیں آتے ہیں مطالب لب پر
پہلے جب پچھلی جفاؤں کا گلا ہوتا ہے

مددِ آہ سے لو قافلۂ عمر رواں
صفتِ نکہت گل مجھ سے جدا ہوتا ہے

ہے تری زلف گرہ گیر بلا کا پھندا
پھنس گیا جو وہ مقدر سے رہا ہوتا ہے

چاک کرتے ہیں عدو یار سے لیکر مرا خط
یوں ہی ٹکڑے مری قسمت کا لکھا ہوتا ہے

اس قدر ہے لایق تعظیم تصور تیرا
رونگٹا جسم کا فرقت میں کھڑا ہوتا ہے

سر پہ چڑھکر تری زلفوں کو کرے گا پامال
مر کے عاشق یہ سمجھے کہ بلا ہوتا ہے

منھ چھپاتے ہی نہیں آب بقا کو ہرگز
گر وہ یہ جانتے یہی اس میں مزا ہوتا ہے

سوزِ غم تو جلا کر کیا اک مشت غبار
دیکھئے اور ستم جان پہ کیا ہوتا ہے

یونہی ہے ترے گیسو یہ ہمیشہ شب وصل
رخ پہ گر مینے والشمس ندا ہوتا ہے

ہے چلی خاک اڑا کر جو گلی میں اُن کی
مجھ پہ احسان ترا بادِ صبا ہوتا ہے

الٰہی میری تربت کو ملادے باغِ جنت سے
تھکا ہارا پریشاں مضمحل ہوں دور منزل ہے

زمانے بھر میں رسوا کر دیا ذاکر تجھے جس نے
اُسے پہلو سے جلدی دور کر کس کام کا دل ہے

ہر لحظہ دیکھتے ہیں۔ تماشا ہی اور ہے
اس عالمِ خیال کی دنیا ہی اور ہے

ہمکو تو حُسنِ یار سے دعوا ہی اور ہے
اللہ اپنے دل کی تمنا ہی اور ہے

بیمارِ عشق کا نہیں ممکن کبھی علاج
جاتا ہے سر کے ساتھ یہ سودا ہی اور ہے

آئے ہیں جس گھڑی سے ذرا بن سنور کے آپ
کمبخت آج دل کی تمنا ہی اور ہے

یکتائیِ جمال کا دعویٰ تھا آپ کو
لو دیکھو آئینہ میں کہ تمسا ہی اور ہے

بیمار جسکے دردِ جدائی سے ہم ہوئے
اے شوقِ زندگی وہ مسیحا ہی اور ہے

اُنکو جفا کی۔ مجکو وفا کی پڑی ہے بچ
محشر میں کیا مٹے یہ جھگڑا ہی اور ہے

ہم سر بکف ہیں کوچہ قاتل میں راتدن
یہ دل ہی اور ہے یہ کلیجا ہی اور ہے

کیا جامِ جم کی قدر ہو زینت ہے طاق کی
محفل کا اپنی ساغرِ صہبا ہی اور ہے

اُنکو مرے خیال سے آتا ہے اب حجاب
یہ شرم ہی نئی ہے یہ پروا ہی اور ہے

ذاکر وہ دشتِ نجد مبارک ہو قیس کو
جو اپنے زیرِ پا ہے وہ صحرا ہی اور ہے

فرقت میں اُسکی خونِ۔ فریاد ہو گیا ہے
ہر سانس بھی ہمارا۔ جلاد ہو گیا ہے

رہنے لگا ہے ہردم ہمراہ بس خیالِ جاناں
ویرانہ دل کا اپنے آباد ہو گیا ہے

چھوڑے پہ بلبلم چمن میں رکھا قفس ہمارا
کچھ مہرباں ابتو۔ صیاد ہو گیا ہے

یادِ پری رخاں سے اللہ خانۂ دل
آباد ہو گیا ہے برباد ہو گیا ہے

لیتے تھے نام اُسکا روزِ الست میں ہم
بھولا ہوا سبق کچھ اب یاد ہو گیا ہے

اُنہوں نے بھی مسیحا درد اس سے بھی نہ نکلا
پتھر کا دل تمہارا۔ فولاد ہو گیا ہے

عدو سے جو شکوہ مرا ہو رہا ہے
غضب کر رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہے

رنگے ہاتھ لاکھوں حسینوں نے اس میں
مرا خوں شاید - حنا ہو رہا ہے

مری بیقراری پتا دے رہی ہے
کہیں شب کا وعدہ وفا ہو رہا ہے

نہ سمجھے وہ کچھ - مر مٹا میں الٰہی
تمام آج قصہ - مرا ہو رہا ہے

تری تیغ میں بھی غضب کی ہے لذت
لب زخم وقفِ - دعا ہو رہا ہے

عدو سے محبت ہے عاشق سے نفرت
کچھ انصاف کیجے یہ کیا ہو رہا ہے

لگائے تری تیغ کو لعل اس نے
مرا زخم دل بے بہا ہو رہا ہے

بتوں کو خدائی کا دعویٰ ہے کیسا
الٰہی جہاں میں یہ کیا ہو رہا ہے

طپش گھٹ گئی تو خلش بڑھ گئی ہے
مرے درد دل میں سوا ہو رہا ہے

یہ پردے ہی پردے میں کیسی حیا ہے
کہ شہرہ ترا جا بجا ہو رہا ہے

رقیبوں کو دفا کر بلایا ہے اُس نے
مرے قتل کا مشورا ہو رہا ہے

شہیدِ ناز یوں تو ہے قاتل کی محفل ہے
بچاؤں کس طرح تم کو بڑی دقت ہی مشکل ہے
ابھی ڈرتے لگاتے ہو نہیں ٹھوکر وہ مدفن پر
لٹا بیٹھا ہوں دولت دین و دنیا جس کی خاطر
پھنسی ہے یک جان تمنا ان الجھوں بلاؤں میں
زمانے کو دکھا آئیں نہ کیوں زخم جگر تڑپے
جہاں دیکھا جسے کوئی وہاں بیٹھے ہے یوں اُٹھا
ذرا اگر تو دیکھو دیا کہ وہ مشتاق مرتا ہے
لگی رہتی ہیں آنکھیں سلاخ کیجیے ناز کس پر

کہیں جاں ہے کہیں تن ہے یہاں سر ہے وہاں دل ہے
مچل جائیگا بسمل دیکھ کر اُس بت کی محفل ہے
شہیدِ ناز گر مدفن سے اُٹھ بیٹھے تو مشکل ہے
وہ ہی بیدرد نا شدنی مرا دل ہے مرا دل ہے
برا اندھیر ہے دل بھی مری رنجوں پہ مائل ہے
تماشہ ہے کہ پھر بھی تیغ بستہ بانکا وہ قاتل ہے
زمانے سے نرالا ہے انوکھا ہے نیا دل ہے
مریض ہجر کچھ بیدم ہی سلامت ہے بہانہ ہے
ہماری آنکھ کائل ہی تمہارے پلوں کائل ہے

دلِ بیتاب میں ہلچل سی پڑی رہتی ہے
آنکھ در پردہ کسی گل سے لڑی رہتی ہے

سچا وعدہ نہ ہوا تیرا تو سمجھے اے جاں
کسی جھوٹے سے زباں تیری اڑی رہتی ہے

خنجرِ غم سے کٹے خاک ہماری شبِ ہجر
یہ قیامت سے بھی دو ہاتھ بڑی رہتی ہے

زلفِ جاناں ہو سنِ خضر ہو یا طولِ امل
شبِ ہجراں مری ہر اک سے بڑی رہتی ہے

دلِ بیتاب میں آؤ تو تماشا دیکھو
سیرِ بسمل تو بس اک آدھ گھڑی رہتی ہے

دیکھکر ابر بھی ہو جاتا ہے پانی پانی
چشمِ گریاں سے وہ اشکوں کی جھڑی رہتی ہے

شبِ غم دیکھ لیا ایسی غیر کے گھر ہو لمبی
میرے ہی گھر میں تو کمبخت پڑی رہتی ہے

چھوا جاتا دلِ بیتاب ہے ٹکڑے ٹکڑے
نگہِ یار کی وہ چوٹ کڑی رہتی ہے

انتظاری میں بھی واللہ مزا ہے ذاکر
روزنِ در سے مری آنکھ لڑی رہتی ہے

دل و دیدہ یہ کہتے ہیں تو ہی تو ہے یہیں تو ہے
یہ سب جھوٹا معما ہے کہیں ہیں ہم کہیں تو ہے

بہا دینے سا کرشمہ ہے کہیں ظاہر کہیں باطن
مکاں دونوں ہیں تیرے دیر و کعبہ میں کہیں تو ہے

زمانہ میں عیاں ہر سو یہ تیرا رنگِ قدرت ہے
جہاں میں ہے تو ہی تو آسماں تو ہے زمیں تو ہے

نظر آتا ہے ہمکو ذرے ذرے میں ترا جلوہ
نہاں تو ہے عیاں تو ہے گماں تو ہے یقیں تو ہے

کہیں تو نورِ نگہ آنکھ کی پتلی سے ظاہر ہے
بنے ہیں دل ترا مسکن کہیں پردہ نشیں تو ہے

لگا رکھی ہے کیسی آگ ظالم پس پردے میں
عجب پردہ نشیں محمل نشیں ہو دل نشیں تو ہے

کمندِ فکر کیا جائے ہماری بامِ گردوں تک
کسی نے بھی جسے دیکھا نہیں وہ نازنیں تو ہے

غرض ہمکو نہیں دیر و حرم سے ہم تو عاشق ہیں
جہاں پر ٹک گئی اپنی جبیں دیکھا وہیں تو ہے

ترا ذکرِ تصوف خوب لایا رنگ اے ذاکر
گماں ہر ایک کو ہونے لگا اہلِ یقیں تو ہے

بتوں کی محبت میں کیا ہو رہا ہے
کہ دل میں خدا ہی خدا ہو رہا ہے

وہ آتے بھی اگر ہیں خواب میں تو ساتھ غیروں کے
مری تقدیر بھی کچھ آجکل بیدار کیسی ہے

قلم ہوتے ہیں لاکھوں سر جہاں تم پاؤں رکھتے ہو
چلن تلوار کے سارے ہیں یہ رفتار کیسی ہے

تمہاری آنکھ نے لاکھوں کئے ہیں خون اے ظالم
ہزاروں مار ڈالے اس نے یہ بیمار کیسی ہے

نرالی بیخودی ہے دل اڑاتی ہے ہزاروں کے
نگاہ یار بدمستی میں بھی ہشیار کیسی ہے

ہر اک بوسہ پہ ہے جھڑکی تو ہے ہر بات پر گالی
طبیعت آجکل زوروں پر لے سرکار کیسی ہے

ترے اشعار میں جادو بھرا ہے کیسا اے واکر
حسیں ہیں لوٹ عالم کے تری گفتار کیسی ہے

بہر اغیار جو ملنے کو۔ حنا رکھی ہے
لاگ کی آگ نے تلوؤں سے لگا رکھی ہے

خون کی بوند بھی اپنے تنِ لاغر میں نہیں
دمِ شمشیر کو اک جان لگا رکھی ہے

کیوں سکھاتے ہیں عدو ظلم و ستم کی راہیں
کونسی بات ستمگر نے اٹھا رکھی ہے

تیر چھوٹا نہ تھا زہ سے کہ گرے ہم بیہوش
عاشقوں کی تری چٹکی میں قضا رکھی ہے

زلف بگڑی ہے تو برہم ہوا جاتا ہے مزاج
ہائے سرگوشی میں کچھ بات سنا رکھی ہے

دبا جاتا ہے وہ آغازِ جوانی کا ابھار
ہائے کیا چیز ستمگر نے چھپا رکھی ہے

زندگی چھوٹتی جی سے نہیں اے دل افسوس
موت نے بھی تو ہمیں راہ دکھا رکھی ہے

رحم کا ذکر غلط جھوٹ وفا کا مذکور
چھانٹ کر میرے لئے اس نے جفا رکھی ہے

مرضِ عشق وہ لذت ہے کہ مرنا منظور
طاقِ نسیاں پہ دعا اور دوا رکھی ہے

اور کیا چاہئے چلبن کی اداؤں کے لئے
دل ہی دولت تو یہاں ہم نے نثار رکھی ہے

جبیں جبیں پر بھری تیوں ہر کھلی ہیں زلفیں
بار ہا پر آج غضب تیغِ ادا رکھی ہے

ملک الموت نے بھی کچھ نہ ہے اب حو کہ دمِ نزع
غمِ ہجراں نے عجب شکل بنا رکھی ہے

قتل کے شوق پہ وہ کہتے ہیں۔ ہنسکر واکر
کیوں جی معشوقوں کی مٹھی میں قضا رکھی ہے

گلشنِ فردوس کی سیری بہار آنکھوں میں ہے
شاق حق ہے جلوۂ رخسارِ یار آنکھوں میں ہے

گردِ کلفت نے مٹادی ہیں وہ لوں سے پھبتیں
کچھ محبت کا پتا دیکھو تو چار آنکھوں میں ہے

وصل کی لذت ادھر ہے خوفِ عصیاں کا ادھر
دلمیں یادِ حور ہے روزِ شمار آنکھوں میں ہے

کب مٹے تقدیر کا لکھا ملے آرام کیوں
وصل کی شب میں بھی روزِ انتظار آنکھوں میں ہے

میں کھٹکتا ہوں خود اپنی ہی نظر میں رات دن
جسم لاغر گھٹتے گھٹتے خار خار آنکھوں میں ہے

دستِ مژگاں نے بلائیں ایں ہیں گیسوئے بزم میں
ہر نگہ میری۔ تری خدمت گزار آنکھوں میں ہے

جھک گئیں نظریں سرِ محشر کسی کے سامنے
کچھ شرابِ عشق و الفت کا خمار آنکھوں میں ہے

تیرے دانتوں کے تصور میں جو رویا رات دن
قطرہ قطرہ ابرِ نیساں کی پھوار آنکھوں میں ہے

کیوں کماں ابرو نہ کھینچکر تیرِ مژگاں لیس ہوں
اک نیا عشاق کے دل کا شکار آنکھوں میں ہے

بعدِ مردن خاک ہے گلزارِ رضواں کی بہار
لطفِ جنت کیا ہے وہ روئے نگار آنکھوں میں ہے

انتظارِ یار میں ہے خوں فشانی اس قدر
تختۂ نرگس کھلا۔ گلزارِ زار آنکھوں میں ہے

آفتابِ حشر بھی کالا ہوا اندھیر ہے
زلفِ شبگوں ہے کہ یہ مشکِ تتار آنکھوں میں ہے

حضرتِ ذاکر قسم ہے جیتے جی ہی مر مٹے
اک ادائے دلربا دل فگار آنکھوں میں ہے

نگاہِ ناز خونریزی پر اب طیار کیسی ہے
ذرا ہم بھی تو دیکھیں آپکی تلوار کیسی ہے

نہیں ہر پا گر قیامت تو اٹھی رفتار کے فتنے
یہ بیڑا اے مجمعِ خوبی سرِ بازار کیسی ہے

شہرتا ہے کہاں غضب عدو ہے ہیں عاشق پر
ذرا تم دیکھ جاؤ اسکی حالت زار کیسی ہے

غضب ٹوٹا ستم آیا کہ دل لیکر مکرتے ہو
نرالی دل لگی عشاق سے دلدار کیسی ہے

بنا کر اپنا دیوانہ الگ ہٹتے ہو بیچ بیچ کر
بتاؤ تو سہی یہ عاشقوں سے عار کیسی ہے

سرِ مقتل دوبالا ہو گئے جوہر میں اے قاتل
تری تلوار پر میرے لہو کی دھار کیسی ہے

ہزاروں چٹکیاں لیتیں مرا ارماں میرے پہلو میں
تمنا اس سے ملنے کی مجھے ہر بار کیسی ہے

ہزاروں کو ڈسا ہے خوں بہائے سیکڑوں اس نے / تمہاری زلف ناگن ہے کہ کالے کی کالی ہے

یہ کیوں بل ہیں جبیں پہ زنجیر بن جاتی ہیں پاؤں کی / ذرا دیکھو تمہاری ہر گھڑی بھنویں اُٹھائی ہے

بھلا اے حضرتِ زاہد کہاں حوریں کہاں انساں / جی بس جاؤ کبھی جنت ہماری دیکھی بھالی ہے

صنوبر تا کجا قدِ بتاں کا وصف لکھتا ہوں / مرا مضموں عالی ہے مری بندش نرالی ہے

یہاں ہر دم تصور اک گلِ خوبی کا رہتا ہے / ہمارے دل کے آئینہ نے کیا تصویر کھچالی ہے

مبارک کعبہ و بتخانہ شیخ و برہمن تم کو
الگ سب سے پرے ذاکر نے اک مسجد نکالی ہے

سفاک بن گئی ہے خونخوار ہو گئی ہے / اب تو نگاہِ قاتل تلوار ہو گئی ہے

گاہے ملاپ گاہے تکرار ہو گئی ہے / مجھ سے کسی کی ایسی سو بار ہو گئی ہے

دیکھی ہیں کیا کسی کی جادو بھری وہ آنکھیں / گلشن میں چشمِ نرگس بیمار ہو گئی ہے

دل میں بسے ہوئے ہیں رنگیں لب کسی کے / اب چشمِ تر ہماری خونبار ہو گئی ہے

دل میں کدورت انکی اک روگ بن گئی ہے / یہ گرد بڑھتے بڑھتے دیوار ہو گئی ہے

ایمان و دل ہمارا سب کچھ وہ لے چکے ہیں / اک زندگی تھی وہ بھی دشوار ہو گئی ہے

عاشق کا خون کرکے کیا مستیوں پر آئی / کچھ اور آنکھ تیری سرشار ہو گئی ہے

وہ یاس بڑھ گئی ہے فرقت میں تیری ظالم / اب موت بھی ہماری لاچار ہو گئی ہے

یا مدت سے ان بتوں کی دل بھر گیا ہے اپنا / کچھ روح تک ہماری بیزار ہو گئی ہے

پیکاں کی نوک آکر ٹھہری جگر کے اندر / کھلنے زخمِ دل کی منقار ہو گئی ہے

جو چاہتا ہے تم کو کھنچتے ہو تم اسی سے / پھر آپ کی یہ عادت سرکار ہو گئی ہے

ہوتا نہیں اثر کچھ اس سنگدل کے اوپر / یہ آہ بھی ہماری بیکار ہو گئی ہے

ذاکر چلن پہ انکے سرکٹ گئے ہیں لاکھوں
رفتار بھی تو ظالم تلوار ہو گئی ہے

کہیں عاشق کہیں معشوق میں جلوہ ترا دیکھا — زلیخا بھی تو ہی ہے یوسف بے کارواں تو ہے
تمنا میں ترے ملنے کی چھانی خاک دنیا میں — پتا زاہد کو کیوں ملنے لگا ہے بے نشاں تو ہے
بٹھایا اے خیال یار دل میں تو نے کیا سکہ — نہیں ٹلتا ہے ٹالے سے کوئی سنگ گراں تو ہے

دل عالم پہ اپنے شعر ہیں بیٹھی چھری گویا
جہاں میں آج اے ذاکر غضب تیز بیاں تو ہے

زاہد ہمارا میکدہ کعبہ مقام ہے — مینا لئے صنم رخ پیر ہے ساغر امام ہے
ہر دل شہید ناز ہے زخمی ہر اک جگر — تیغ نگاہ یار سے یہ قتل عام ہے
آنے کو ہے مگر وہ عروس نگاہ یار — دل میں جگر میں پہلو میں کچھ دھوم دھام ہے
کیا پوچھتے ہو حال مسافر عدم کا ہوں — ناکامیوں سے کام ہے گم نام نام ہے
آنکھوں میں بس گیا ہے جو چشم سیاہ کا رنگ — ہر صبح اپنی نظروں میں ہم رنگ شام ہے
سیراب کر دیا ہے زمین و زمان کو — شمشیر ناز یار کا یہ فیض عام ہے
رخسار پر ضیا کو مہ عید کیا کہوں — وہ ماہ ناتمام یہ ماہ تمام ہے

ابروے یار سجدے کو محراب ہو گیا
کعبہ کو اپنا دور سے ذاکر سلام ہے

مری آنکھوں میں رہ کر وضع دنیا سے نرالی ہے — جوانی تیری ظالم نور کے سانچے میں ڈھالی ہے
نہ کیوں کم خواب آئی عاشقوں کو ہاتھ مل مل کر — کہ محرم نے تمہارے گلشن سینہ پہ جالی ہے
ہلال عید ہوں چاک گریباں شغل ہے اپنا — خوشی کے دن بھی اپنا حیف ہے آغوش خالی ہے
بتوں کی صورتیں دیکھو خدائی کے کرشمے ہیں — کوئی طرز جمالی ہے کوئی شان جلالی ہے
غضب ہے اس نگہ پر یہ صفائی کا دعویٰ ہے — لچکتی ہے کمر کیا تیغ قاتل نے سنبھالی ہے
بھلا آرام کی صورت کہاں دنیا کی راہوں میں — نہ کوئی ہے خوش و خرم نہ کوئی غم سے خالی ہے
ہمارے خون سے قاتل تری صورت پہ نکھر آئی — نیا جوبن نکالا ہے نئی رنگت نکالی ہے

تیرا قامت اک قیامت او ستم ایجاد ہے
یا بگل باغ جہاں میں سرو ہے شمشاد ہے

مستقل فرقت میں اتنا عاشق ناشاد ہے
منزل الفت میں لب پر ہر چہ بادا باد ہے

آ گئی ہیں کشمکش سے تنگ کچھ گھٹتا ہے دم
قتل گہہ ہر آرزو کی یہ دل ناشاد ہے

نالے یہ کہہ کہہ کے لب تک آ رہے ہیں ہجر میں
گھٹ گئے تنگ آ گئے فریاد ہے فریاد ہے

کھنچتے کھنچتے رہ گیا نقشہ دہان یار کا
رنگ مانی اڑ گیا سکتے میں کچھ بہزاد ہے

بار تنکوں پر ہمارے اک زمانہ دوش ہے
آشیاں پر برق ہے تو باغ میں صیاد ہے

میں اگر بیچین ہوں شوخی میں وہ بھی تنگ ہے
دونوں جانب ایک ساں اس عشق کی افتاد ہے

بسملوں کو ہو مبارک عاشقوں کی عید ہے
آج تو مقتل میں پھر خنجر بکف جلاد ہے

حور پر جاں دے رہا ہے جسکو دیکھا تک نہیں
شیخ کی شادہ دلی پر آج اپنا صاد ہے

یوں تو یونہی ہی زباں پر دعوئی ہے ہر ایک کو
جسکو اردو کہتے ہیں دلی کی وہ ایجاد ہے

ٹھوکریں تربت پہ ذاکر کی لگا کر کہہ گئے
خانماں برباد کی مٹی بھی کیا برباد ہے

جہاں تیرا ہی جلوہ ہے جو حق پوچھو جہاں تو ہی
زمین و آسماں تو ہی یہاں تو ہی وہاں تو ہے

ترا ملنا نہ ملنا دو ہی باتیں ہیں زمانے میں
عیاں بتخانہ میں دیکھا تو کعبہ میں نہاں تو ہے

دل ویراں شدہ میں ایک تیرا ہی رہا مسکن
بنا بیٹھا ہی صاحب خانہ کیسا میہماں تو ہے

زمانہ بھر میں حاصل ہے تصرف ہر جگہ تجھکو
یہ دل تو ہی جگر تو ہی زباں تو ہی بیاں تو ہے

بھٹکتے پھرتے ہیں عاشق ترے ہر جا زمانہ میں
نہیں ہے دیر و کعبہ میں بتا پھر اب کہاں تو ہے

دکھا پردہ نشیں صورت کسی دن تو ہٹے پردہ
نمک پاش جراحت تو ہی یا آرام جاں تو ہے

بتا دیر و حرم میں کیا لے شیخ و برہمن کو
نشاں بے نشاں تو ہے مکان لا مکاں تو ہے

معما حل نہیں سکتا ہے ظالم تیری مہلت کا
نصیب دشمناں تو ہے کہ مرگ عاشقاں تو ہے

ترے ہر سمت سے آواز آئی ہر طرف میں ہوں
تو ہی ناقوس بتخانہ میں مسجد میں اذاں تو ہے

فتنے قدم قدم پر اُٹھ اُٹھ کے کہہ رہے ہیں
محشر میں غل مچا ہے یہ کون آرہا ہے

ہوش و خرد وہ میرے تاب و تواں وہ میری
پہلے ہی لے چکے ہیں اب پاس کیا رہا ہے

نالے کہاں رہینگے آہیں کدھر بسینگی
زخمِ نگاہِ قاتل دل کو مٹا رہا ہے

مر کر بھی یہ نہ چھوٹا بارِ گرانِ الفت
شوریدہ سر زمیں کو سر پر اُٹھا رہا ہے

جس جا نگاہ پہونچی دیکھا اُسی کو ہمنے
عالم میں اُسکا جلوہ اتنا سما رہا ہے

دل جل رہا ہے کیسا آہیں دھواں بنی ہیں
ذاکر تمہارے در پر دھونی رما رہا ہے

سب کو ہم بھول بھلا عشق میں برباد رہے
اک تری یاد ہے اللہ کرے یاد رہے

قتل کے بعد بھی مٹی مری برباد رہے
اک نہ اک طرز نئی آپ کی ایجاد رہے

مستعدِ قتل پہ میرے جو وہ جلاد رہے
شاد پہلو میں بھلا کب دلِ ناشاد رہے

بلبلو نالہ رہے قمریو فریاد رہے
دامِ صیاد سے اب کے بھی نہ آزاد رہے

ظلم ڈھایا ہے قیامت بھی ہے توڑی مجھ پر
غیر پر بھی تو ستم اور ستم ایجاد رہے

عشق کا جب نشہ ہے نہ ملے چین کبھی
دل میں ہو درد لبوں پر مرے فریاد رہے

جسکو دیکھا ہی نہیں اُسکے ہوئے ہیں بندے
قیس فرہاد کے ہم عشق میں اُستاد رہے

وصل کی کسکو تمنا ہے یہ قدر میں نہیں
عشق میں خانۂ دل ہجر سے آباد رہے

قتل کا شوق یہاں تک ہے دعا کرتا ہوں
روز شمشیر بکف سینہ پہ جلاد رہے

بھول جاؤ نہ کہیں وعدۂ فردا کا خیال
تمہیں تکلیف تو ہوگی جو ذرا یاد رہے

دو گھڑی چین سے گذری نہ نشیمن میں مری
گھات میں برق رہی داؤں میں صیاد رہے

قدِ موزوں جو وہ تن تن کے دکھلاتے آئے
پابگل سرو رہے باغ میں شمشاد رہے

ہوش آیا مجھے گر حشر کے دن پوچھوں گا
کیوں جی کچھ حضرتِ ذاکر بھی تمہیں یاد رہے

بتوں کے حسن پر مائل طبیعت ہونے والی ہے
مرے کعبہ میں بتخانہ کی زینت ہونیوالی ہے

کسی کے عارض سادہ کی شہرت ہونیوالی ہے
گل مضموں کی اب پھر تازہ رنگت ہونے والی ہے

گھٹا چھائی ہے میخانوں پہ دیکھو عرش کا سایہ
جزاک اللہ قدح نوشوں پہ رحمت ہونیوالی ہے

نشیلی آنکھ کا صدقہ ملیگا آج رندوں کو
حضورِ ساقیٔ مہوش شفاعت ہونیوالی ہے

دل و دیدہ ترے مسکن ہیں ان کو شرف یارب
قیامت ہے کہ دونوں میں رقابت ہونیوالی ہے

چلے پھر بن سنور کر جانب گنج شہیداں وہ
کسی بیکس کی پھر پامال تربت ہونیوالی ہے

جزاک اللہ بس مردن وہ ٹھکراتے ہیں لاشہ کو
بلندی پر ہماری آج قسمت ہونیوالی ہے

عیاں جلوے میں کچھ دونوں جہاں ہیں ایک عالم میں
مری دستِ سبو پر آج بیعت ہونیوالی ہے

نرالی عاجزی ہے خوں بہاتی ہے ہزاروں کے
حنا پس کے دیکھہ رنگ صحبت ہونیوالی ہے

عدو کے ساتھ پلہ بلند ہوکر آگئے شہادت میں
قیامت ہے سرِ محشر قیامت ہونیوالی ہے

ادائیں کچھ بتا دیتی ہیں دل کے لوٹ لینے کو
نگاہیں کہہ رہی ہیں کچھ شرارت ہونیوالی ہے

گھٹا چھائی ہے میخانہ سے بوتل لانے والے ہیں
عیاں اب شیخ صاحب کی کرامت ہونیوالی ہے

شراب ذکر کے ہیں مست ذاکر محو رہتے ہیں
شریعت سے ہمیں پہلے طریقت ہونیوالی ہے

اک رنگ ہے کہ دل سے آنکھوں میں آرہا ہے
پردے میں چھپ کے کوئی جلوہ دکھا رہا ہے

محشر میں عشق کا ذرہ گردن جھکا رہا ہے
بہتاں لگا رہا ہے طوفاں اٹھا رہا ہے

ہوش و حواس کیسے ٹکڑے دل و جگر ہیں
دردِ فراقِ جاناں کیا کیا ستا رہا ہے

بجلی نگاہ بنکر کیا کوندتی ہے دل میں
اک سحرِ چشمِ جاناں جادو جگا رہا ہے

برق نگہ نے پھونکا تھمتے نہیں ہیں آنسو
کوئی لگا رہا ہے کوئی بجھا رہا ہے

آنکھوں میں بس رہا ہے ایسا کسی کا جلوہ
پردا اٹھا رہا ہے بیخود بنا رہا ہے

جب خاک میں ملے ہم پہونچے فلک کے اوپر
ہمکو خیالِ جاناں کیا کیا دکھا رہا ہے

یہ مٹا مٹا سا نشان ہے یہی بیکسوں کا مزار ہے
اُسی ذات پاک پہ غور ہے یہ مزا یہ کیف ہی اور ہے
وہ شرابِ عشق کا دَور ہے کہ نہ نقد ہے نہ اُدھار ہے
یہ ہماری آہ کا ہے دھواں جو فلک پہ چھایا ہے بیگماں
کہ چمن ہے گردِ ملال سے ۔ یہی عاشقوں کا غبار ہے
سر و پا کا کیا مجھے ہوش ہے نہ جوش ہے نہ خروش ہے
وہ شراب پی تھی جو شام کو یہ ابھی تک اُس کا خمار ہے

کیا رازِ عشق بہت نہاں ترے سوزِ دل سے ہوا عیاں
کہیں کیا کہ ذاکرِ خستہ جاں ترا دل کسی پہ نثار ہے

مئے عشق کی جس میں مستانہ بو ہے
وہ میرا پسینہ ہے میرا لہو ہے

سمایا ہے جلوہ نگاہوں میں ایسا
نظر جس جگہ پڑ گئی تو ہی تو ہے

نہیں شرم ہے یہ نرالا ہے پردہ
کہ شہرت تری ہر جگہ کو بکو ہے

ہوئے دیر و کعبہ میں حیران جاکر
وہ دل میں ہے جسکی ہمیں جستجو ہے

خوشامد سے پیرِ مغاں کی غرض کیا
مئے عشق اب تو یہاں تا گلو ہے

نظر بسملوں کی نہ لگ جائے اس کو
شہید محبت کا ہلکا لہو ہے

ترا وصل ہو خواب ہی میں کسی دن
تمنا یہی ہے یہی آرزو ہے

جو سودا نہیں دل کو زلفوں کا تیری
ہمارا یہ ہر سانس کیوں مشکبو ہے

ترا نور دیکھا زمیں سے فلک تک
اِدھر تو ہی تو ہے اُدھر تو ہی تو ہے

سراپا ہوئے پاک عشق بتاں میں
نمازِ محبت یہاں بے وضو ہے

وہی لب ہیں ذاکر کہ ہے ذکر جن پر
وہی دل ہے جس میں تری جستجو ہے

افسوس گیا بھول وہ سب وعدہ و پیماں
کھائی تھی قسم تو نے جو کافر مرے سر کی
ہر روز نیا اٹھتا ہے طوفان بلا خیز
حالت میں کہوں آپ سے کیا دیدۂ تر کی
خورشید قیامت اتر آیا ہے گماں ہے
محفل میں نقاب رخ پر نور جو سرکی
دل زلف معنبر میں۔ جگر نوک مژہ پر
اک جان تڑپتی ہے ادھر کی نہ ادھر کی

نقاشی کا دعویٰ تھا بہت حضرت ذاکر
کھینچی نہ گئی آپ سے تصویر کمر کی

تاثیر نہ ہو مرے اثر کی
ایک دھوم ہے آہ کے شرر کی
کافی ہے مزار کے نشاں کو
اڑتی ہوئی خاک رہگذر کی
توبہ کرنے سے شرم آئی
اعمال پر اپنے جب نظر کی
میں اور نہ مانوں وعدۂ حشر
وہ اور قسم دے اپنے سر کی
شرمائے شیخ مے کسی سے
لمبی ڈاڑھی ہے ہاتھ بھر کی
دیکھ آیا ہے آج روئے جاناں
آنکھیں چومیں کے نامہ بر کی
مشہور جہاں زباں نہ ہو کیوں
لونڈی ہے یہ ایک اپنے گھر کی
دیکھا ہے کسی کا روئے سادہ
حالت بگڑی ہے کچھ قمر کی

بے عیب نہیں کلام ذاکر
عادت غلطی ہے کچھ بشر کی

یہ ہے انقلاب زمانہ کیا کہ گلوں کے بدلے میں خار ہے
نہ رفیق ہے نہ ہے آشنا نہ وہ رنگ ہے نہ بہار ہے
غم درد دل میں رہے ہیں وہ۔ مرے لخت دل بھی بہے ہیں وہ
شب غم کے صدمے سہے ہیں وہ نہیں رنج و غم کا شمار ہے
یہ حیات وہم و گمان ہے یہ خیال و خواب جہان ہے

تم غیر کے گھر میں تو نہ تھے۔ ملتے ہیں ہم
کرتے ہو مگر بات یہ کیوں آنکھ چرا کے

رُکنا گیا گھبرا گیا دم گھٹ گیا دل کا
کچھ ایسے پڑے پیچ تری زلف دوتا کے

پوچھا جو کسی نے مری میت کے سبب کو
ہٹ جاتے ہیں تربت کو اشاروں سے بتا کے

کچھ منہ سے تو بولو شب وصلت ہے مری جاں
کافی نہیں خاموشیاں گردن کو جھکا کے

اک تم ہو۔ سوا ظلم کے کچھ اور نہ آیا
اک حضرت ذاکر بھی تو بندے ہیں خدا کے

شب عشرت مرے گھر وہ قدم رنجہ اگر کرتے
وہ باتونی تھے ہم بھی باتوں باتوں میں سحر کرتے

نزاکت کا بُرا ہو وصل سے ناکام رکھتی ہے
شب عشرت گذر جاتی ہے عذر درد سر کرتے

تمہارے ہجر سے بچتی جو جان ناتواں اپنی
تڑپ کر لوٹ کر مر کر شب غم کی سحر کرتے

ہمیں تو موت بھی آتی نہیں سختی سے فرقت میں
رہی تھی ایک جاں باقی سو نذر نوحہ گر کرتے

تمہاری جب دوائیں یاد آتی ہیں تڑپتے ہیں
بھلا کنج لحد میں خاک پتھر ہم بسر کرتے

سمجھ رکھا ہے ہمنے بندگی اکسیر پہلے ہیں
کدورت کی شکایت تجھ سے کیا اے سیمبر کرتے

نگاہیں اٹھ نہیں سکتیں وفور ضعف سے ہمدم
بھلا کیا خاک ہم انتظار نامہ بر کرتے

نظر آتی نہ یہ صورت تری ہمکو نہ دل دیتے
نہ یوں فرقت میں ایجاں ہائے دل ہائے جگر کرتے

نہ یوں بچ بچ کے دائیں بائیں جاؤ ناوک جاناں
مرے دل میں اتر جاتے مرے پہلو میں گھر کرتے

بگڑتا کیا جو ذاکر سے کبھی بھولے سے مل جاتے
شکایت یوں نہ اے ظالم تری آٹھوں پہر کرتے

صورت نظر آئی نہ بت رشک قمر کی
تنہائی میں رو رو کے شب ہجر بسر کی

رحم آگیا شاید کہ لگے اشک بہانے
لوگوں نے مرے مرنے کی جب انکو خبر کی

دن کاٹا ہے تا شام تڑپ کر کبھی ہمنے
رات آئی تو رو رو کے شب ہجر سحر کی

غیروں پہ ہیں ہر روز نوازش کی نگاہیں
مجھ پر نہ کبھی تمنے ترحم سے نظر کی

طرزِ خرامِ ناز سے محشر بپا کیے — خم ہو گیا فلک تری چالوں کے سامنے
جائیگا بچ کے کیا صفِ مژگانِ یار سے — دل آ گیا مسلح رسالوں کے سامنے
گیسو سے چھپ سکی نہ ضیائے رخِ صنم — یہ من اب اگلا رہ گیا کالوں کے سامنے
خالِ سیہ کی چشمِ صنم پر نمود ہے — نافہ دھرا ہوا ہے غزالوں کے سامنے
موئے فترہ کا آبلۂ دل میں عکس ہے — نشتر کی نوک رہتی ہے چھالوں کے سامنے

دل بلبلِ چمن کا ہوا بن کے اڑ گیا
ذاکر نہ تھم سکا مرے نالوں کے سامنے

دامن پکڑ کے روکوں گا دستِ غبار سے — بچ کر کہاں وہ جائینگے میرے مزار سے
نے برق میں چمک ہے نہ گوہر میں آب ہے — تشبیہ کسکو دوں درِ دندانِ یار سے
آئینہ رو کے عشق میں میں خاک ہو گیا — لیکن ہوا نہ صاف وہ مجھ خاکسار سے
پھر دل میں شوقِ دشت نوردی ہے جوش زن — پھر آبلوں کو انس ہوا نوکِ خار سے
طالع نے شبِ غمِ ہجراں نہ پوچھیے — صد مرتبہ در لرزہ ہے گیسوئے یار سے
سرعت کے یہ پلن جو سراسر ہیں برق میں — سیکھے ہیں میری آہِ دلِ شعلہ بار سے
گر فاتحہ کو گورِ غریباں پہ آئے وہ — نکلے دعا کو دستِ شہیداں مزار سے
اے تشنہ کام شوقِ شہادت سبیل ہے — پانی پلا رہے ہیں وہ خنجر کی دھار سے

ہو وقتِ نزع کلمۂ طیب زبان پر
ذاکر کی ہے دعا یہی پروردگار سے

کیا قصد ہے بتلاؤ تو مہمان بنا کے — جوہر ہمیں دکھلانے ہو تم تیغِ ادا کے
اللہ زمانے میں نزاکت کا برا ہو — ہم وصل سے محروم رہے ساتھ سلا کے
بیچین جو کرتا ہے مجھے کیجئے صاحب — ہاتھ آئیگا کیا یہ تو کہو دل کو دکھا کے
گر مجکو کیا قتل تو دکھ جائیں گے بازو — مٹ جائینگے دو وار میں انداز جفا کے

کچھ دنوں کے لیئے ہو جاتی تسلی دل کو
کاش اک بوسہ ہی دیجاتے وہ آتے جاتے

ہے عیاں ہم پہ یہ چھپ چھپ کے کہیں پر جانا
ہم بتا دیں جہاں تم روز ہو آتے جاتے

وہ بلا نوش ہوں کر دیتا خموں کو خالی
جام بھر بھر کے اگر آپ پلاتے جاتے

گرد صحرا سے فلک اور بناتے وحشی
آج وحشت میں اگر خاک اُڑاتے جاتے

وصل جاناں میں عجب لطف اُٹھاتے ذاکر
لب سے لب سینہ کو سینہ سے لگاتے جاتے

میرے سر قد پہ قیامت وہ اُٹھاتے آئے
فتنۂ حشر کو ٹھوکر سے جگاتے آئے

گر تصور میں بھی آئے تو جلاتے آئے
شعلۂ حسن سے وہ آگ لگاتے آئے

قد بالا کو چمن میں وہ دکھاتے آئے
سیدھیاں سرو و صنوبر کو سناتے آئے

دم گریہ یہہ کسی دستِ حنائی کے خیال
آگ پانی میں قیامت کی لگاتے آئے

تنگ ظرفی مرے قاتل کی غضب ہے سر بزم
زخم دل زخم جگر شور مچاتے جائے

ایسے آنے سے تو اچھا تھا نہ آنا اُن کا
دل میں آئے بھی تو اک درد اُٹھاتے آئے

مغز زاہد نے مرا پہلے ہی کھا رکھا تھا
اور ناصح بھی اب اک شاخ لگاتے آئے

انکو بسمل کے تڑپنے میں مزا ملتا ہے
وار دو چار نہ کیوں اور لگاتے آئے

پڑ گیا کیا نگہہِ شوخ کا پرتو اُن پر
تیر بھی آئے تو بے پر کی اُڑاتے آئے

آج کچھ رنگ ہے بگڑا ہوا ذاکر اُنکا
سیدھی سیدھی جو رقیبوں کو سناتے آئے

کیا ہی دمباز زمانے کے ہو تم بھی ذاکر
روٹھنے والوں کو دم دیکے مناتے آئے

شبنم پہ اوس پڑ گئی گالوں کے سامنے
پانی بھرا گھٹا نے بھی بالوں کے سامنے

عکس رخ صنم سے کچھ ایسے ہیں پُر ضیا
ہالے ہیں ماند کان کے بالوں کے سامنے

منہ دیکھ اپنا آئینہ حیراں ہے کس قدر
یہ شکل اور برق جمالوں کے سامنے

ذاکر اپنے رسول اکرم سے
خضر پوچھیں ٹھکانے منزل کے

ہم نہ باز آئے نہ آئینگے کبھی تقصیر سے
آپ باز آئے تو آیا کیجئے تعذیر سے

دم الجھتا ہے خیالِ زلف کی تحریر سے
اک پریشانی ٹپکتی ہے مری تقریر سے

بس نہیں چلتا ہے کچھ بے رحم کا تقدیر سے
یا کہ قصہ کو میرے کرتا سو تدبیر سے

رونے کے صدمے اٹھاؤں کبتلک اے رشک پری
جان لینی ہے تو لے کیا فائدہ تاخیر سے

دیکھ سکتے ہیں رہیجا تا ہوں دل کو تھام کر
عالم حیرت عیاں ہے یار کی تصویر سے

رات بھر لوٹا کئے ہیں سانپ چھاتی پر مرے
آئیگی کوئی بلا اس خواب کی تعبیر سے

ہمکو پاس نام و ننگ اس عشق میں کیونکر رہے
ہاتھ دھو بیٹھے ہیں پہلے عزت و توقیر سے

قتل ہی منظور ہے گر ارتکاب عشق میں
کیا نظر کمتر ہے تیری تیر سے شمشیر سے

آؤ آؤ امتحاں عشاق کا بس ہو چکا
ہم ڈرینگے ابروئے خمدار کی شمشیر سے

غیر کے دل پر اثر ہو اور نہ ہو اس کو خبر
کیا کرے امید کوئی نالۂ شبگیر سے

مونس و غمخوار ہیں خار بیاباں سر بسر
کب چھٹے صحرا کا دامن وحشتِ دلگیر سے

سر لیا ناحق بتوں کے عشق کو نے بیٹھے بٹھائے
میں تو خود نادم ہوں ذاکر اپنی ہی تقصیر سے

وصل ہوتا تو عجب لطف اٹھاتے جاتے
چومتے ہاتھ کبھی پاؤں دباتے جاتے

بدگماں مجھ سے رقیبوں نے بنایا ہے انہیں
رات دن وہ انہیں بھڑکاتے ہیں آتے جاتے

کاش تیرے ہی اگر کوچہ کی ہو جاتے خاک
یہ تو ہوتا کہ تری ٹھوکریں کھاتے جاتے

کوچۂ یار میں جانا نہ رقیبوں پہ کھلے
اس لئے ہم ہیں نشاں اپنے مٹاتے جاتے

میں نہ اٹھوں گا کبھی جھکے ہوا ہوں پتھر
گو ترے در سے ہمیں دربان اٹھاتے جاتے

آگ گمجائے نصیحت کو تری او ناصح
چھیڑتے ہے ہمیں کیوں روز تو آتے جاتے

اُنکا مکرنا سچ ہے دشمن کی چاہ سے ‌ ‌ ہوتے ہیں پاؤں بھی کہیں جھوٹے گواہ کے
کوئی عمل بھی لائق بخشش نہیں ہوا ‌ ‌ کیا درجے ہونگے دیکھئے اس روسیاہ کے
اے شیخ ہمکو تو ہی بتادے کہ تجھ سے فعل ‌ ‌ کتنے ثواب کے ہوئے کتنے گناہ کے
وہ پردے ڈال ڈال کے بیٹھے ہیں بام پر ‌ ‌ جھگڑے چلیں گے آج ہماری بھی آہ کے
آنکھوں میں کوہ طور یہ سارا جہان ہے ‌ ‌ جلوے سما گئے ہیں تری جلوہ گاہ کے
سمجھیں نہ کیونکہ اپنے ہی یوسف کو ہم عزیز ‌ ‌ صدمے اٹھائے ہمنے بہت اُسکی چاہ کے
حال اپنا بھی تباہ کرے شوق ہیں جہاں ‌ ‌ قصے اگر سُنے مرے حال تباہ کے

لب پر ہے آہ آنکھوں میں ذاکر ہیں اشک خوں
یہہ دو گواہ ہیں مرے حال تباہ کے

رونگٹے کیا کھڑے ہیں بسمل کے ‌ ‌ جوہر اُبھرے ہیں تیغ قاتل کے
بگڑے مقصد بنے مرے دل کے ‌ ‌ کام آساں ہوئے ہیں مشکل کے
دیکھ سر بازی اپنے بسمل کی ‌ ‌ چھکے چھوٹے ہوئے ہیں قاتل کے
نام باقی نہ دیکھو غیروں کا ‌ ‌ جھگڑے مٹ جائیں حد فاصل کے
ہاتھوں ہاتھ اُنکے ہاتھ سے نکلے ‌ ‌ پاؤں پڑ پڑ کے حوصلے دل کے
دل مضطر کی دیکھکر صورت ‌ ‌ ہوش اُڑتے ہیں مرغ بسمل کے
دیکھو قسمت سے کشتئ امید ‌ ‌ آکے ڈوبی ہے پاس ساحل کے
گوش گل کے اُڑائے دیتے ہیں ‌ ‌ بے اثر نالے کچھ عنادل کے
اے خدا ان بتوں کے ہاتھوں سے ‌ ‌ پڑ گئے لالے جان کے دل کے
طوف کعبہ سمجھ کے اہل یقیں ‌ ‌ گرد پھرتے ہیں آکے اس دل کے
کیونکہ اپنی رسائی ہو اُن تک ‌ ‌ جب نگہباں ہوں غیر محفل کے
کس مزے سے کیا ہے قتل مجھے ‌ ‌ چوم لوں ہاتھ اپنے قاتل کے

بنایا خون نے کسکے دلہن جم جم کے خنجر کو
کلیجہ بڑھ گیا سفاک تیرا ہاتھ بھر کس سے

ہمیشہ بار سے سرو چمن آزاد رہتا ہے
یہ دو سینہ ہے ایجاں مانگ لائے ہو تم کس سے

یہ سچ ہے بے غرض آزاد ہوتا ہے زمانہ میں
تمنا جو نہ رکھتا ہو جھکائے وہ نظر کس سے

تری ترچھی نگاہیں گر نہیں خوں ریز اے قاتل
کھلائے گل غضب کے سینۂ صد چاک پر کس سے

عرق افشاں ہے پیشانی جبیں پر بل جھکی گردن
نگاہیں چھپتی جاتی ہیں لڑائی ہے نظر کس سے

تمہاری شکل کی صورت نہ حوروں میں اگر ہوگی
اٹھائینگے سر باغ ارم ذوق نظر کس سے

چلے گا گر یونہی ٹھکراکے نعش عاشق مضطر
تری رہتی ہے پھر آباد دیکھیں رہگذر کس سے

نہ ہوتا موت کا گر خوف دل میں اسکے اے ذاکر
بھلا دنیا میں چلتا دب کے یہ خود بیں بشر کس سے

شوق مژگاں میں جو آنسو ہے گذرنے والے
ڈھونڈتے ہیں یہ مکانوں کے اترنے والے

قتل کے بعد بھی ہوئیں یہ بلائیں نازل
شکل گیسو میں مرے ہوش بکھرنے والے

ہاتھ میں شانہ ہی اور پیش نظر آئینہ ہے
بڑے سامان سے گیسو ہیں سنورنے والے

اوج دکھلاتا ہے کیوں ہمکو حباب گرداں
غرق ہوتے بہت دیکھے ہیں ابھرنے والے

رکھدیا دھار پہ خنجر کی گلا بے منت
اتنے ہوتے ہیں نڈر جاں سے گذرنے والے

شب گذر جاتی ہے گر ذکر عدو ہوتا ہے
تم سلامت رہو ان باتوں کے کرنے والے

حضرت ناصح بھی ہیں اور عدو بھی ہیں بہت
کیا ہمیں درد جدائی سے ہیں مرنے والے

یاد ار پہ اہستہ ذاکر ہیں وہ گیسوے دراز
ہمنے دیکھے ہی نہیں ایسے بکھرنے والے

مشتاق حور کے ہیں نہ مائل ہیں ماہ کے
سودائیوں میں ہیں تری زلف سیاہ کے

نقش قدم پہ مٹ ہی گیا خاک ہو گیا
اللہ رے حوصلے تری گم کردہ راہ کے

ہمنے کہا تھا تمسے ہی اہو ملیں گے ہم
وہ کیا ہے کہ مر گئے بدلے نباہ کے

جھوٹا ابھی دعویٰ ہو قیامت کا مری جان
دو گام دکھا دیجئے ذرا حشر میں چل کے

نظروں میں تمہاری یہ کوئی مال نہیں تھا
کیوں پھینک دیا دل کو مرے پاؤں سے مل کے

کہتے ہیں وہ دروازوں پر آئینے لگا کر
جلائے تو کوئی سدِّ سکندر سے نکل کے

بھاری ہیں جو بیٹھے ہوئے ہیں اپنی جگہ پر
گھر غیر کے جائیں گے تو ہو جائیں گے ہلکے

کہتے ہیں شب ہجر میں نالے یہی ذاکر
ہم آگ لگا دینگے فلک کو ابھی جل کے

خوشی ہے کس قدر شمشیرِ قاتل سے گلے مل کے
شہیدانِ محبت ہنس رہے ہیں آج کس دل کے

جگر ہے چھلنی چھلنی بسملوں کا دل تڑپتا ہے
نگاہِ ناز سے ہیں کس غضب کے وار قاتل کے

نہ اُٹھیں قیس کی نظروں میں فروغ شمع لیلےٰ سے
پڑے آنکھوں پہ پردے اُٹھ گئے پردے جو محمل کے

غریق آبِ غیرت ہوں محیطِ بحرِ عصیاں ہوں
مری تر دامنی سے ہو گئے لب خشک ساحل کے

برابر کی ہیں چوٹیں آئینہ دیکھو نہ دیکھو تم
سمجھ کر سامنے ہونا ذرا مد مقابل کے

پس مردن سیہ بختی بنی ہے نور کا سرمہ
کہ ہیں منظور ہوں چشم صنم کو خاک میں مل کے

فروغ یاس ہے حسرت دیکھئے گا عشق مہوش کا
ستارے بن گئے ہیں داغ مرجھائے ہوئے دل کے

غضب ہے ملتے ملتے بھی تو ظالم بگڑی جاتی ہے
تمہاری تیغ ٹیڑھی ہو گئی مجھ سے گلے مل کے

گماں ہے چرخ سے خورشید و مہ دونوں اُتر آئے
نرالا رنگ لائے ہیں مرے زخم جگر چھلکے

بتوں کے عشق میں زاہد غضب کا دل شکستہ ہوں
کہ بنتے بنتے ساغر ٹوٹ جاتے ہیں مری گل کے

وہ میکش تھا جہاں میں یوں چھلکنے لگ گئی مٹی
پس مردن خم مے بن گئے ذاکر مری گل کے

بھلا دیکھیں تو لیگی کس سے دل چھینے جگر کس سے
لڑے گی آج مقتل میں نگاہ فتنہ گر کس سے

نقابِ عارضِ جاناں سرکتا گر نہ وصلت میں
جبیں پر داغ بدنامی کا لیتا پھر قمر کس سے

بہا جاتا ہے اشکوں میں دل بیتاب سینہ سے
بتا اب نوک کی لیگی تو اے ترچھی نظر کس سے

وہ بتکدے کو چھوڑ کے کعبہ کو جا چلے

حسرت تڑپ رہی ہے پہلو بدل بدل کے
دل سے چلے کدھر کو نالے سنبھل سنبھل کے

حسرت نے قتل کی اب کاٹا گلا ہمارا
سو بار رہ گیا ہے خنجر ۔ نکل نکل کے

کیا چاٹ لگ گئی ہے ظالم ہمارے خوں کی
رگ رگ میں رہ گیا ہے نشتر مچل مچل کے

مقتل میں وہ دکھایا بانکی دلہن نے جلوہ
خنجر کے منہ کو چوما خوں نے اچھل اچھل کے

کچھ کام جب نہ آیا محفل میں گلرخوں کی
پہلو میں رکھ لیا ہے دل کو مسل مسل کے

آنکھیں نچوڑ دی ہیں فرقت کی رات نے بھی
طوفاں اٹھا رہے ہیں چشمے ابل ابل کے

پیدا ان حشر میں ہو اک دوسری قیامت
گر دو قدم دکھا دو محشر میں چال چل کے

بھولے ہی سے ادھر بھی محفل میں دیکھ لینا
ساقی ادھر کو بھی اک دو جام ہلکے ہلکے

پوشاک پل رہی ہے مقتل میں عاشقوں کو
خنجر نہا رہا ہے کپڑے بدل بدل کے

کچھ لطف وہ ملا ہے تیغ ستم میں تیری
مشتاق اہل جنت ہیں بے اجل اجل کے

دل کی طرف جھکی ہیں ساقی یہ دونوں آنکھیں
لبریز ہو گیا ہے ساغر نہ دیکھ چھل کے

یوں خون عاشقوں کا محشر میں رنگ لائے
سرخی پان بنکر گردن میں تیری جھل کے

قابو میں کب رہینگے دل قدسیوں کے ایجان
جوبن ابھر رہا ہے سانچے میں خوب ڈھل کے

دل عاشقوں کا لیکر اترا رہی ہیں کیسی
زلفوں کا آسماں پر پہونچا دماغ چل کے

کھٹکینگے کیوں نہ ذاکر ہم حاسدوں کے دل میں
نشتر بنا دیئے سب شعر اس غزل کے

لیتے ہیں مزے ہم تری شمشیر کے پھل کے
شرمندۂ احساں نہیں ہونے کے اجل کے

محشر میں سب مجھے دیکھکر اللہ کے آگے
وہ جوڑتے ہیں ہاتھ برابر سے نکل کے

کچھ شان دکھاتا ہے نئی اپنی ادا کی
آیا ہے جو شانوں پہ دوپٹہ ترا ڈھل کے

جانبازوں کا کوچہ ہے یہ عاشق کی گلی ہے
رکھنا قدم ناز کو اے جان سنبھل کے

دیکھکر اُسکو ہوا حیرت سے شکل آئینہ
کیوں مقابل ہیں نہ رکھے وہ بتِ خوشخو مجھے

اُس نے نظروں سے گرایا آبرو جاتی رہی
خاک جینا ہے اُٹھا لے اے اجل اب تو مجھے

اک نظر میں سیکڑوں تسخیر ہوتے ہیں حسیں
سامری فن ہوں ہزاروں یاد ہیں جادو مجھے

سیلِ گریہ کا غضب طوفاں ہے آنکھوں سے بپا
غرق ہی کر دینگے شاید یہ مرے آنسو مجھے

اے خیالِ موئے مژگاں لوٹتا کانٹوں پہ ہوں
چین کیا آئے کسی کروٹ کسی پہلو مجھے

وصل میں چاہا کہ لے لوں بوسۂ رخسارِ یار
کس نزاکت سے وہ یہ کہتے ہیں ہٹ مت چھو مجھے

کیا مزا آیا ہی ذاکر سُنکے اب میری غزل
اچھا اچھا کہہ رہے ہیں شاعرِ خوشخو مجھے

جھوٹے تھے سارے وعدے اُنہیں آزما چکے
تم ہی چلو خدا کے لیے وہ تو آ چکے

رنجِ فراق۔ رشکِ عدو پر بھی اُف نہ کی
اغیار اِتنے ظلم تمہارے اُٹھا چکے

اکدم ہی رہگیا ہے فقط ہجرِ یار میں
ہوش و حواس تاب و تواں اپنے جا چکے

کیا خوں بہا ملیگا غلط یہ گمان ہے
دامن کو وہ نچوڑ چکے خوں بہا چکے

آجائے تیغ گر سر و گردن کے درمیاں
جھگڑا کہیں مٹے یہ کہیں فیصلا چکے

اے شیخ حور و خلد کی کیا داستاں سنیں
وہ دل میں آ چکے ہیں نظر میں سما چکے

مقتل میں رنگ نکھر لے گیا۔ بنگئے دلہن
خونِ شہیدِ ناز کی مہندی لگا چکے

نالوں نے اب تو لی ہے خبر آسمان کی
خورشیدِ روزِ حشر کو لُو کا لگا چکے

جب فاتحہ کو آئے وہ ٹھوکر لگا گئے
مدفن پہ خوب خاک ہماری اُڑا چکے

زاہد ڈرا رہا ہے ہمیں خوفِ حشر سے
دنیا میں ہم تو نازِ بتوں کے اُٹھا چکے

افسوس اپنے نالوں کا اُن پر اثر نہیں
سو حشر ڈھا چکے ہیں قیامت اُٹھا چکے

اُس سنگدل کا دل نہ پسیجا خدا کی شان
پتھر سے آج اپنا مقدر لڑا چکے

ذاکر جمالِ دردِ بتاں پر جو محو ہیں

مزارِ عاشقِ ناشاد ہے خدا رکھے
یہ دھوپ پھیلی ہے تربت پہ چاندنی کیلئے

ہمارا سر ہے تو ہے بہر خونی دروازہ
ہمارا دل ہے تو بازار چاوڑی کے لئے

تمہارے حُسن کی تصویر دل میں آ بیٹھے
ہمارا شیشہ ہے خالی اسی پری کے لئے

یہ دل لگانے کی دنیا جگہ نہیں ذاکر
مٹے ہی جلتے ہو دو دن کی زندگی کیلئے

گر پڑکے بھی گئے پسِ دیوار رہ گئے
ناکام تیرے طالبِ دیدار رہ گئے

تم کرتے کرتے وصل کا اقرار رہ گئے
حسرت بس مر کے طالبِ دیدار رہ گئے

غم ہے الم ہے رنج ہے دردِ فراق ہے
غمخوار میرے اب یہی دو چار رہ گئے

ارماں ہے آرزو ہے تمنا ہے شوق ہے
دل بستگی کو دل کی یہی یار رہ گئے

بہنے دیا ہمیں نہ کہیں شوقِ دید نے
تیری گلی میں آن کے ناچار رہ گئے

ہے ہے تمہاری زلفِ مسلسل سے دل لگا
نادان تھے بلا میں گرفتار رہ گئے

کام آئی ایک کے نہ مسیحائی آپ کی
بیمار تیری چشم کے بیمار رہ گئے

دل لیکے دل دہی جو وہ کرتے تھے چل بسے
ابتو برائے نام یہہ دلدار رہ گئے

رہتے ہو رات دن جو ہمیں سے خفا خفا
کیا دل لگی کے واسطے اغیار رہ گئے

کیوں اضطراب کرتے ہوا ہے ہمدموں کہ اب
چلنے میں دن ہمارے بھی دو چار رہ گئے

دورِ شباب شاعری ذاکر جو مٹ گیا
پیری میں ہاتھ جھاڑ کے بیکار رہ گئے

ہجر میں دم بھر نہیں راحت کسی پہلو مجھے
تار بستر کاٹتے ہیں بن کے اب بچھو مجھے

نشتر رگ ہائے جاں ہیں الفتِ مژگانِ یار
خار سے چبھتے نظر آتے ہیں ہر پہلو مجھے

زلف کا فرخال ہندو دزد دل لینے کو ہیں
یا خدا ایجو بچا ہر اک بلا سے تو مجھے

آپکا احسان ہو مجھکو شہادت ہو نصیب
قتل کر ڈالو دکھا کر جنبشِ ابرو مجھے

آہا: ہائے گورِ غریباں پہ وہ کہیں
ذاکر مٹے ہو جس بت بے پیر کے لئے

دشمن کا دل ہو ابروے خمدار کے لئے
سنگ فساں ضرور ہے تلوار کے لئے

چوٹی میں ڈالتے ہو جو موباف قند کا
کوڑا ہے خوب موذیٔ خونخوار کے لئے

زلفِ صنم سے مشک نے سودا جو کر لیا۔
جاتا ہے تحفہ تبت و تاتار کے لئے

کھاؤں میں شیخ کس طرح غصہ حرام ہے
فتویٰ حلال کا دیا مردار کے لئے

اس کال کے زمانہ میں معشوق شوخ و شنگ
پھرتے ہیں مارے مارے خریدار کے لئے

دیدار آستان صنم یوں ہوا نصیب۔
بوسے رقیب نے مری پیزار کے لئے

عشق بتاں کا بوجھ اٹھائے مری بلا۔
مزدور میں نہیں کوئی بیگار کے لئے

چڑیا جو رات محرم جاناں کی اڑ گئی
میں نے قدم سحر کو چڑیمار کے لئے

لو آج حضرت ذاکر خدا کی شان
کوئے بتاں میں جاتے ہیں بیگار کیلئے

یہ چاہ ایک قیامت بنی ہے جی کے لئے
دیا تھا آپ کو دل ہمنے دل لگی کے لئے

کسی کی یاد میں روزہ کے دن تمام کیا
شب فراق وہ آتی ہے بیکسی کے لئے

خدا کے واسطے دیدے مجھی کبھی ساقی
ہماری تاک لگی ہے رہی سہی کے لئے

کٹی چھنی ہوئی پروانوں سے سرِ محفل
یہ شمع بزم میں آئی جلی کٹی کے لئے

جو بندگی ہی تھا مقصد فرشتے کافی تھے
بشر جہان میں آیا بری بھلی کے لئے

ہجوم خلق سے ہے دھوم دھام مقتل میں
جھکی ہیں گردنیں لاکھوں تری چھری کے لئے

بنا ہے خونِ جگر غازہ روئے زیبا کا
سیاہ بختی مری ہے تری مسی کے لئے

فراق یار کے صدموں سے زار رہتا ہے
کہاں سے لاؤں میں دلکو ہنسی خوشی کے لئے

ازل میں دونوں کا جوڑا بنایا خالق نے
قضا ہے تیری ادائیں رلی ملی کے لئے

آکے غیروں کے بلانے ہیں جلانے کو ہمیں
ہم نہ ٹھیرے کوئی شمع سرِ محفل ٹھیرے

جب نزاکت سے اُٹھانا ہوا خنجر دشوار
تم بھی پھر نام خدا نام کے قاتل ٹھیرے

دن میں سو بار ترے نام کو جب لیتا ہوں
دانۂ سبحہ مرے عقد انامل ٹھیرے

حُسن بندش سے ہوئی جاتی ہیں پریاں تسخیر
اسمِ مضموں کے مگر ہم کوئی عامل ٹھیرے

نہ بنے برق تجلی نہ بنے شعلۂ طور -
شعلۂ دل نہ کسی بات کے قابل ٹھیرے

پھر ہوا ہجر میں اُنکی سرِ مژگاں کا خیال
تیر کی نوک پر اپنا دل بسمل ٹھیرے

نہیں ملتا ہے قرار انکو بھی اِجلاس سرِ بزم
آپکے ابروئے پرخم بھی مراد دل ٹھیرے

آئینہ کیسا - کہاں کامہ کامل ذاکر
تاب ہے کسکو جو اُس رخ کے مقابل ٹھیرے

دل ہے تو اُن کی زلفِ گرہ گیر کے لئے
اور پاؤں ہیں تو حلقۂ زنجیر کے لئے

عالم تمام لذت پیکاں پہ مٹ گیا
ہاتھوں پہ دل لئے ہیں ترے تیر کے لئے

خاموشی ہے ہزار سوالوں کا اِک جواب
بت بن گئے ہیں وہ مری تقدیر کے لئے

آنکھیں مری نہیں ہیں یہ دیدارِ حُسن کو
دو ٹھیکرے ہیں بھیک کے تقدیر کیلئے

سونا ہوا نہ سیمتنوں سے ہمیں نصیب
ہم مٹ کے خاک ہوگئے اکسیر کے لئے

زلفوں کا جوڑا اک مری تقدیر کا ہے پیچ
ہاں اک گرہ ہو ناخن تدبیر کے لئے

وہ حسن میں ہے فرد تو میں عشق میں ہوں ایک
کیا جوڑا بنگیا بت کشمیر کے لئے

چہرے کا نقشہ اب کوئی کھینچے تو کیا کھنچے
اک پورا چاند چاہئے تصویر کے لئے

کچھ مصحف میں نے لکھا تھا رخسار یار کا
بوسے قلم نے کیا مری تحریر کے لئے

کس کس ادا سے ناز سے چلتی ہے حلق پر
بوسے دہان زخم نے شمشیر کے لئے

محفل میں منہ کی کھولینگے عقدہ دہن کا آج
اِک بات چاہئے لب تقریر کے لئے

بوسے لئے تھے گالیاں دینی ضرور ہیں
جرمانہ چاہئے مری تقصیر کے لئے

اسی برتے پہ کہا کرتے ہو ہم ہیں عاشق
ایک بھی تم سے کڑی بات اُٹھائی نہ گئی

قتل کے بعد کیا عذر نزاکت اُس نے
جب ستمگر سے مری لاش اُٹھائی نہ گئی

اس سن و سال پہ یہ تیری اکڑ اے ذاکر
مثل خورشید تری جلوہ نمائی نہ گئی

تمہارے دلمیں عاشق کا بھلا کیا مدعا ٹھہرے
کہ تم بیدرد - ظالم - بیوفا - ناآشنا ٹھہرے

ہمہ تن کردیا سیماب شوخی نے تری ظالم
نہ دل پہلو میں جب ٹھہرے جگر پر ہاتھ کیا ٹھہرے

چلا آتا ہے مدت سے تنازع جسم و گردن میں
زبان تیغ سے قاتل کسی دن فیصلا ٹھہرے

دکھایا یہ تماشا خوب قسمت نے ان روزوں
کہ جنکو اپنا ہم سمجھے تھے وہ مطلب آشنا ٹھہرے

تمہیں کیوں ہے خدا جانے ہمارے نام سے نفرت
تمہیں تو لیئے اپنے درد ہجراں کی دوا ٹھہرے

دکھادیجے ذرا صورت ہمیں صدقہ جوانی کا
تمہارے حسن کی دولت کے ایجاں ہم گدا ٹھہرے

نظر آتا ہے ہر سو ہو کا عالم یاس و حسرت سے
دل ویراں شدہ میں کیونکر اپنا مدعا ٹھہرے

ہمارے دلمیں کیونکر شوخیاں اُنکی اُتر جائیں
بتا کیونکر بھلا اے دل ذرا چلتی ہوا ٹھہرے

ازل ہی سے بنائے ہیں دل و دیدہ ترے مسکن
کہیں پر آرزو ٹھہرے کہیں پر مدعا ٹھہرے

کسی کے ابروئے پُر خم کا بسمل ہوں زمانے میں
سرہانے پر مرے دو دو پہر آکر قضا ٹھہرے

تمہیں کو تاک رکھا ہے تمہیں سے کچھ تسلی ہے
تمہیں بیمار ہجراں کی دعا ٹھہرے دوا ٹھہرے

تری چاندی کھری بنتی ہے اُنکے ساتھ سونے ہیں
خدا رکھے کوئی عاشق نہ ٹھہرے کیمیا ٹھہرے

چلے ہیں باوضو مسجد کو صورت دیکھنا اُنکی
دکھلانے کو ذرا دنیا کے - ذاکر پارسا ٹھہرے

اس پہ کس طرح سے خون دل بسمل ٹھہرے
جب نہ شوخی سے ذرا دامن قاتل ٹھہرے

خواب میں بھی نظر آتی نہیں شکل لیلےٰ
پردۂ چشم مگر پردۂ محمل ٹھہرے

ہم سفر اور بھی دو چار ہیں آنے والے
کارواں موت کا کہدو سر منزل ٹھہرے

دیکھ وہ آئی گھٹا جھوم کے مستوں کی طرح — تو نے اس وقت غضب ہم کو دغا دی ساقی

اے کیا آیا ہے ساون کا مہینا ظالم
لبِ ذاکر سے صدا آتی ہے ساقی ساقی

شوخیاں قربان ہیں تیری نگہ کے تیر کی — صورت غربال ہے صورت ترے نخچیر کی
شورِ محشر کا گماں ہوتا ہے ساری خلق کو — گونجتی رہتی ہیں جھنکاریں مری زنجیر کی
اک سوالِ بوسہ پر منہ کو بنا تیوری چڑھا — کہتے ہیں وہ کیوں جی پھر مجھ سے یہی تقریر کی
خود بخود اڑ جائیگا خط کوے جاناں کی طرف — پریاں بنجائینگی میری شوخیاں تحریر کی
لگ کے نقشِ پا کا سجدہ کچھ گنہ تھا عیب تھا — جا بجا کیوں خاک اڑتی ہے مری تقدیر کی
راہ میں چلتے ہو بچ بچ کے جو سایہ سے مرے — چشم بد دور آپ نے عاشق کی کیا توقیر کی
دیکھئے کیسی بنی اس پر الٰہی خیر ہو — نامہ بر لے آتے آتے آج کیوں تاخیر کی
کیا نگاہِ عاشقِ جانباز سے کچھ شرم ہے — جھینپتی ہے کس لئے صورت تری تصویر کی
رات دن چکر میں تو رہتا ہے کس کے واسطے — کیا فلک تو نے ہماری بھی کبھی تدبیر کی
آتے آتے گھر مرے پہونچے وہ دشمن کی طرف — واہ واہ قائل ہوں کیسی آہ نے تاثیر کی

اک سوالِ وصل پر ذاکر کو سو دیں گالیاں
بندہ پرور ہو چکی اب تو سزا تقصیر کی

یاں تھے پابندِ وفا دل میں برائی نہ گئی — واں تھا اظہارِ جفا بات چھپائی نہ گئی
آبِ رحمت سے ہوئی نارِ جہنم گلزار — پر مرے دل کی لگی اس سے بجھائی نہ گئی
کچھ نزاکت تھی - ہوا ضعف مرا کچھ شامل — اس لئے تیغ ستمگر سے اٹھائی نہ گئی
بیقرارانِ محبت کی ہیں حسرتیں خون — مہندی اس دستِ نگاریں سے چھڑائی نہ گئی
حسن کی صبح نے دھویا دلِ دشمن کا غبار — مری قسمت کی سیاہی تو مٹائی نہ گئی
نقشِ ہستی کو مٹا ڈالا تری فرقت میں — دل سے ایجان تری تصویر مٹائی نہ گئی

میں کہاں اور ترا وصل کہاں — یہہ بھی اللہ کی قدرت ہوگی

نئے انداز سے گل کھلتے ہیں — دل میں پنہاں کوئی حسرت ہوگی

حشر اک ٹوٹ پڑیگا جس پر — وہ ہماری ہی تو صورت ہوگی

پھونکدیگی سر محشر سب کو — سوز دل کی یہ حرارت ہوگی

دل ہے پہلو میں نہ سینہ میں ہے دم — اور کیا اس سے مصیبت ہوگی

نار دوزخ بھی جلیگی جس سے — غیر کی گرمئے صحبت ہوگی

برسے گی غیر پہ کلفت ہوکر — وہ ہماری ہی تو حسرت ہوگی

نزع میں آپ اگر آئیں گے — ملک الموت سے محبت ہوگی

خال ابرو پہ مٹے ہیں ذاکر — خانۂ کعبہ میں تربت ہوگی

روح مدت سے ہماری ہے پیاسی ساقی — خاک پر ڈالدے پیالی کی ذراسی ساقی

ساغر مے جو ہے خالی تو بلا سے تیری — نگہ ہوش ربا مجکو ہے کافی ساقی

لندنی مجکو پلا۔ تا ہو کلیجہ ٹھنڈا۔ — پرتگالی نے غضب آگ لگادی ساقی

ابر کو دیکھہ کے دو جام اڑا لیتا ہوں — روز پینے کا تو میں کچھ نہیں عادی ساقی

شب کو گھنگھور گھٹائیں جو فلک پر آئیں — دل پرشور پکار اٹھا ساقی ساقی

ہاں پلادے ہمیں جی بھر کے بہار آپہونچی — آج پینا میں نہ رکھہ قطرہ بھی باقی ساقی

ہم نہیں جانتے مسجد ہے کہاں کعبہ کہاں — عمر میخانہ میں تیرے ہی گنوادی ساقی

اب تو نظریں بھی نہیں ملتیں کہاں کا ساغر — تونے کیا چشم مروت ہی اٹھادی ساقی

دیکھہ یہ حضرت ذاکر کی غزل ہے رنگیں — جو ہمیں آتی تھی وہ تجکو سنادی ساقی

ہاں اسی بات پہ لا ساغر و مینا بھر کے — منتظر بیٹھے ہیں جتنے ہیں شرابی ساقی

ہاتھہ پھیلا کے خدا سے بھی نہ مانگوں گا کبھی — میں یہ مست ہوں اک بات بتادی ساقی

کانٹے میں تولتا ہوں میں اعمال نیک و بد
آنکھیں بنی ہوئی ہیں ترازو حساب کی

تصویر ہوں تصورِ جاناں ہیں اے نکیر
تکلیف دے مجھے نہ سوال و جواب کی

ذاکر وہ ذکرِ وصل پہ خاموش ہو گئے
کیا بات ہے ترے سخن لاجواب کی

بن بن کے فرشِ راہ بتاں ہو گیا ذلیل
ذاکر کی خاکساری نے مٹی خراب کی

لے چلے دوش پہ احباب جو میت میری
خاک اُڑاتی چلی ہمراہی میں حسرت میری

بعد مردن بھی ہے ہمراہ نقاہت میری
بارِ سبزہ سے دبی جاتی ہے تربت میری

شورِ نالہ بھی ہے اور یادِ قدِ دلجو بھی
کم قیامت سے نہیں ہے شبِ فرقت میری

دن کٹا عارضِ جاناں کے تصور میں اگر
ذکرِ گیسو میں کٹی ہے شبِ فرقت میری

سوزِ دل میں اثر رنگِ تلون ہے ترا
گھٹتی بڑھتی ہے ہمیشہ تپِ فرقت میری

تری محفل میں چلا ذکر مرا بے پاؤں
دیکھ لے اے بتِ خود کام کرامت میری

شیخ سعدی کی گلستاں مجھے سمجھا تم نے
چھاپے خانوں میں ہو چھپوا نے حکایت میری

ضعف نے اتنا گھلایا کہ فنا ہو کے رہا
ملک الموت کو ملتی نہیں قربت میری

نام لکھینگے مگر حسن کے دفتر میں مرا
کہ طلب کرتے ہیں مجھ سے وہ ضمانت میری

راگ لایا ہے نیا سوکھ کے تارِ رگِ جاں
کثرتِ ہجر کے باعث یہ ہوئی گت میری

اُنکے قدموں سے میں پامال ہوں اتنا ذاکر
ٹھوکریں کھاتی ہے تربت سے قیامت میری

ہمنے مانا کہ قیامت ہو گی
وصل کی بھی کوئی صورت ہو گی

واہ کیا کہنا دیئے بوسۂ لب
اور کچھ بڑھ کے بھی ہمت ہو گی

شبِ وعدہ بھی اگر آئے تو کیا
مانعِ وصل نزاکت ہو گی

بل نہیں کھاتی ہیں زلفیں تیری
مری بگڑی ہوئی قسمت ہو گی

لباسِ عجز میں رہتے ہیں یوں مردِ خدا ذاکر
بظاہر شکل جیسے رکھتی ہے اکسیر مٹی کی

شب وصل کیا ۔ مختصر ہو گئی
پلک مارتے ہی سحر ہو گئی

جدھر کو تمہاری نظر ہو گئی
قیامت وہی بر پا اُدھر ہو گئی

ذرا دیکھنا بچنا طوفان سے
رواں آج پھر چشمِ تر ہو گئی

جو چٹکی شبِ وصل میں چاندنی
وہ کہتے ہیں دیکھو سحر ہو گئی

دیا دو ہی لفظوں میں خط کا جواب
یہ کیا بات اسے نامہ بر ہو گئی

ترے جھوٹے وعدہ کا کیا اعتبار
یوں ہی عمر ساری بسر ہو گئی

وہ بیٹھے رہے اپنے گھر میں ضرور
ہمیں رات کی سب خبر ہو گئی

تری اس نزاکت سے اے نازنیں
یہہ بد نام تیری کمر ہو گئی

چھپانا محبت کا آسان نہیں
جہاں میں خبر گھر بہ گھر ہو گئی

نشاں اسکا بھی کچھ نہ آیا نظر
مری نیند اُن کی کمر ہو گئی

چھپایا بہت ہمنے رازِ دلی
مگر اُن کو ذاکر خبر ہو گئی

بے مے عبث ہے سیرِ شبِ ماہتاب کی
ہاں ساقیا ہوس ہے مجھے آفتاب کی

تیور بگڑ رہے ہیں نظر ہے عتاب کی
کیا بات بن گئی کسی خانہ خراب کی

واعظ خدا سے مانگ بتوں کی سلامتی
اچھی ہے یہ سبیل حصول ثواب کی

سب نیک و بد کا حال کھلیگا یہ جب
فردیں ہر ایک فرد کو فردِ احساب کی

آنچل کو منہ پہ ڈال کے بیٹھے شبِ وصال
در پردہ ہمسے شکل نکالی حجاب کی

بے پردہ ہو گئے ہیں وہ در پردہ اسطرح
شمعِ نگاہ برق بنی ہے نقاب کی

سونا پٹ پٹ کے کسی سیمتن کیساتھ
کلمنے کی تول ہے مرے تعبیر خواب کی

حسرتیں لاکھوں ہی دشمن کی نکالیں تو نے
میرا ارمان بھی اے جان نکالا کوئی

رنج پر رنج سہے اُف بھی نہ کی اے ذاکر
ہم سا دیکھا ہے جہاں میں کہیں یکتا کوئی

لطف دیتی ہے بیکلی دل کی
کیا نکل آئی دل لگی دل کی

جس جگہ سے بگڑ کے آئے تھے
پھر وہیں لے چلی لگی دل کی

بیخودی کا برا ہو ظالم نے
چال سے بات پوچھ لی دل کی

کھل گیا رازِ عشق عالم پر
بن گئی آہ مدعی دل کی

اس نے ہنسکر مزاج پوچھ لیا
کھل گئی ہر کلی کلی دل کی

چاہ نے اُن کی کر دیا رسوا
جا بجا خاک اُڑ گئی دل کی

بے حجاب آج کس کو دیکھ لیا
بات کہیئے تو شیخ جی دل کی

جب کہا کیوں جفائیں کرتے ہو
ہنس کے کہنے لگے خوشی دل کی

آنکھ سے آنکھ ملتے ہی ذاکر
ڈور قاتل نے کھینچ لی دل کی

اُٹھا کر بزم سے اکثر مری توقیر مٹی کی
عدو کی ایک دن عزت نہ کی بے پیر مٹی کی

تمنا تھی کہ مے نوشی کرینگے بیٹھ کر باہم
نہ آنے نے تمہارے سب مری تدبیر مٹی کی

ٹھکانا اس جفا کا کیا کہ بعد از مرگ بھی اُس نے
بنا کر خاک تودہ میری سو سو تیر مٹی کی

ہمارا جوشِ وحشت کے لیے صحرا میں جب نکلے
پڑی بنکر بگولہ پاؤں میں زنجیر مٹی کی

شبِ معراج کا سب پر عیاں ہے حال دیکھو تو
خدا کی شان لے پہونچی کہاں تقدیر مٹی کی

تمامی گور تھے مداح بے پڑھے اُس نے
اڑا کر ریزے پر ز سنگ کے سب تحریر مٹی کی

مجھے شوقِ شہادت ہم کو ذوقِ قتل قسمت یہ
گلو تک آتے آتے ہو گئی شمشیر مٹی کی

تمہارا دیکھ کر نقشہ فرشتے بھی یہ کہتے ہیں
بنائی ہے عجب خالق نے یہ تصویر مٹی کی

بھلا کیونکر نہ پہنچینگے دین و ایماں حضرت ذاکر
نگاہِ یار بجلی ہے اِدھر تڑپی اُدھر چمکی

گر مرض ہو دوا کرے کوئی — موت کے آگے کیا کرے کوئی
مرگ پر ہم تو جان دیتے ہیں — خضر بن کر - جیا کرے کوئی
کیا مسیحا جلائیں گے مجکو — دم ہی ایسے دیا کرے کوئی
چھوڑ بیٹھیں وفا کو ہم کیونکر — گر جفا ہی جفا کرے کوئی
بزم دشمن میں وہ تو بیٹھے ہیں — اشک خونیں پیا کرے کوئی
وہ نہ آئے تو جان ہی جلئے — ایسے جینے کو کیا کرے کوئی
رگِ جاں وقف ہو گئی اپنی — نشترِ غم دیا کرے کوئی
بنگئی چال فتنۂ دوراں — حشر برپا کیا کرے کوئی
یہ بھی اک بے بدل عنایت ہے — گر وفا پر جفا کرے کوئی
بُت ہیں بیڈھب کبھی نہ مانینگے — جان بھی گر فدا کرے کوئی

لاکھ عیسیٰ نفس بنے ذاکر
دردِ دل کی دوا کرے کوئی

یوں بتاتا ہے مجھے درد کا پتلا کوئی — دل میں بیٹھا ہوا ملتا ہے کلیجا کوئی
بیوفائی سے عزیزوں کی ہوا یہ ثابت — ہم نہ دنیا میں کسی کے نہ ہمارا کوئی
رات دن دل کی تڑپ نے مجھے تھاں رکھا — مری آنکھوں سے مرا دیکھے تماشا کوئی
بات کی تہ پہ اگر آئیں تماشا دکھلائیں — دل میں سمجھے ہوئے بیٹھا ہے ہمیں کیا کوئی
خون دل ہی پہ گذاریں گے ہم اپنے ساقی — نہ ملا گر نہ سہی ساغر - صہبا کوئی
دردِ کھونا ہے عاشق کا اگر جانِ جہاں — صندلی رنگ کا دیتے بجے دوپٹا کوئی
منتظر ایسا ہوں کھٹکے پہ بھی چونک اٹھتا ہوں — آنکھ کھلجاتی ہے کہتا ہوں کہ آیا کوئی

جوانی واں اگر ہوگی تو یاں جوش جنوں ہوگا
بڑھینگے طوق جب لگنے لگینگی بیڑیاں میری

غم گلچیں تھا ڈر صیاد کا تھا رات دن مجکو
دو عملی میں کٹی ہے عمر ساری باغباں میری

اثر یوں یار کے دل میں ہو پیغام زبانی کا
بیاں جب لطف دے قاصد کے منہ میں ہو زباں میری

تڑپ جائینگے فقرہ فقرہ اپنا تیر و نشتر ہے
جسے سن سن کے سو جائیں نہیں وہ داستاں میری

پس مردن بھی کیا دست جنوں نے پاؤں پھیلائے
کفن تک کا تقاضا ہے اڑا دو دھجیاں میری

وفور ضعف سے اب سانس لینا تک بھی مشکل ہے
ترے در تک چلوں ہیں اتنی طاقت ہی کہاں میری

تصرف دیکھنا اس شوخ کی ترچھی نگاہوں کا
بنی ہے تیر و خنجر آجکل آہ و فغاں میری

بیاں پر لطف ہو جب تیغ قاتل کی جفاؤں کا
خدا کے سامنے گز بھر کی ہو جائے زباں میری

مزا آتا ہے میٹھی میٹھی چالوں میں بھی رہ رہ کر
تری صحبت میں گذری خوب لے در دہاں میری

سر محفل ذرا دیکھو نگاہ ناز کا دعویٰ
یہ کہتی ہے جلائیں سب کو ٹھنڈی گرمیاں میری

تڑپ کر لوٹ کر دم توڑنے سے بھی نہیں کٹتی
شب فرقت نرالی ہے نصیب دشمناں میری

مئے عشق بتاں ہر وقت ساغر میں ہے اے ذاکر
کہاں زاہد کا منہ چکھے شراب ارغواں میری

پریشاں صف ۔ نم آنکھیں بنے تصویر کیوں غم کی
یہ کسکا سوگ ہے طیاریاں ہیں کسکے ماتم کی

بھر لیے واہ کیا کہنا عجب اعجاز ہونٹوں میں
تمہارے جنبش لب پر شفا ہے ابن مریم کی

جھٹک کر زلف شبگوں مشک بھر دو دل کے زخموں میں
خدا رکھے ضرورت کیا پڑی ہے ہمکو مرہم کی

نہیں ملتے نہ ملئے گا ہمارا بھی خدا حافظ
پہل تم سے ہوئی پہلے محبت آپنے کم کی

سر مقتل جبیں تو سانس تک لینا ہوا مشکل
نہ دی مہلت تڑپنے کے لیے خنجر نے اک دم کی

ذرا ہاں اے صبا بچ بچ کے چل گور شہیداں ہے
مری ٹوٹی سی تربت خاک ہے اک قد آدم کی

ہوئیں جب بند آنکھیں پھر تو تو ہی تو نظر آیا
حقیقت کھل گئی اک جلوہ سے ساغر جم کی

نکل آتے ہیں آنسو مرگ دشمن پر بھی آنکھوں سے
ہمیں سلوت ہی اتو پڑ گئی نالہ و سحر غم کی

ختم جن لوگوں پہ ہے عشق نبی کی الفت
حشر میرا بھی ہو یارب اُنہیں حضرات کیساتھ

کشمکش کاہ رہا ہے ترے ہونٹوں میں نہاں
دل کھنچا جاتا ہے ظالم تری ہر بات کیساتھ

عالم ہستی کے ہر باغ کی عرفاں سے ہے ہوا
کشف غنچوں میں ہے گل بھی ہیں کرامات کیساتھ

مثل پروانہ کے جل جائینگے اے شمع جمال
دسترس پہونچیگا تجھ تک بھی تو ہیہات کیساتھ

نازو انداز وادا سب ہیں جوانی کا بناؤ
ماہ وسیاروں کا جلوہ ہے فقطرات کیساتھ

دیکھو میخواروں پہ ہے ابرِ کرم کا سایہ
رحمت حق وہ چلی آتی ہے برسات کیساتھ

داغ دل اور بھی دو چار بڑھا لو ذاکر
بزم میں اُنکی اگر جاتا ہے سوغات کیساتھ

کئے ہیں ہمنے وہ مضمون پیدا بات کیساتھ
کہ آئے لب پہ سخن شوخیٔ نکات کے ساتھ

ہاں اب تو میں ہوں فقط اور کنج مرقد ہے
مزے جو دنیا کے تھے سب وہ گئے حیات کیساتھ

کہاں چلے ابھی اے ساکنانِ ملکِ عدم
ذرا تو ٹھہرو کہ ہم بھی ہیں چلنے ساتھ کیساتھ

جو آپ بوسہ ہمیں دیں ترقیاں ہوں گی
فروغ مال ہوا کرتا ہے زکات کیساتھ

پھریں نہ قول سے ہم گو زمانہ پھر جائے
کہ پورے مرد ہی دیتے ہیں جان بات کیساتھ

جوانی نے بنایا ہے رشکِ حور تمہیں
نئی ادائیں بھی آنے لگی ہیں گات کیساتھ

یقیں ہے پھر نہ نظر آئے صبح محشر تک
ملا دو زلفِ پریشاں جو میری رات کیساتھ

جنوں کا زور ہے وحشت کے پھیلے اتنے پاؤں
کہ لگا شیخ کا دم میری ایک لات کیساتھ

عروس ہجر سے شادی ہے آہ و نالے بڑھے
یہ باجے بجتے ہیں ذاکر نئی برات کے ساتھ

ردیف ی

جتا دینگی تمہیں غیروں میں آ کر ہچکیاں میری
پہونچ جائیگی گھر بیٹھے خبر جاں جہاں میری

اے شہسوارِ حسن ادھر بھی نگاہِ لطف
لپٹا ہوں گرد بنکے میں تیری رکاب کو

ذاکر بغیر دل نہ لگے گا کبھی حضور
بلواؤ بزم میں اُسی خانہ خراب کو

کیا مسیحا کا گلہ خوبیٔ قسمت دیکھو
لفظ قم بھول گئے وہ سرِ تربت دیکھو

اُن کی یہ فتنۂ رفتار کی آفت دیکھو
سامنے جمتے نہیں پائے قیامت دیکھو

غیر کی شکل پہ لاحول پڑھو آؤ اِدھر
اپنے اس معتقدِ حُسن کی صورت دیکھو

ہمسے ملتے ہو کبھی اور کبھی دشمن سے
ایسی باتوں میں بہت ہوگی قباحت دیکھو

تمنے دیدیئے جو دشنام لیا دل میرا
دیکھو اس دل کی طرف اور یہ قیمت دیکھو

کالعدم کردینگے غیروں کے سبھی یہ ارماں
اپنے عشاق کی تم یہ بھی کرامت دیکھو

قتل پر میرے تو ہر بار ہے اُٹھتا خنجر
غیر کے واسطے ہے عذر نزاکت دیکھو

رنگ و بو پائی بھی گل نے تو سرِ خار آکر
ملتی بے رنج اُٹھائے نہیں راحت دیکھو

واعظا تم جو پتے دیتے ہو کچھ جنت کے
اُسکے کوچے کی ہے بالکل وہی صورت دیکھو

اہلِ عالم نے اُٹھا رکھا اُسے آنکھوں میں
اُسکے سایہ میں نہ تھی اسلئے ظلمت دیکھو

ان دنوں حضرت شاکر کے کرم سے ذاکر
ڈھونڈ کر لاتی ہے مضمون طبیعت دیکھو

ردیف ھ

دل کو یوں رہتا تعلق ہے تری بات کیساتھ
رشتۂ زیست ہو جس طرح ہر اک ذات کیساتھ

رخِ روشن پہ ترے زلف نہیں آئی ہے
نور ہے جلوہ نما پردۂ ظلمات کیساتھ

جامِ صہبا کو کرو دور کہ لو چلتی ہے
مے و ساغر کے تکلف گئے برسات کیساتھ

گو تصور کے مرے پاؤں نہیں ہیں ظالم
پر ترے ذہن میں ہم پہنچے ہیں کرامات کیساتھ

ہمارا سر وحدت اُنکی یکتائی سے بڑھکر ہو ۔ زبان ہر صنم پر کلمۂ اللہُ اکبر ہو۔

خلش ہو لطف کی کچھ عاشقِ مژگاں وہ ابرو ہوں ۔ رگِ جاں میں ہے نشتر رگ گردن پہ خنجر ہو

قیامت میں خدا کے آگے دونوں رنگ لا ئینگے ۔ کسی کا دامنِ تر ہو کسی کا دیدۂ تر ہو

اثر میں دو طرح کے ایک میرے اشکِ فرقت میں ۔ جو بہہ جائے تو دریا ہو جو رُک جائے تو گوہر ہو

خدا بھے موذن تجھسے بے ہنگام نعروں پر ۔ ہمارے وصل کی شب میں تری اللہُ اکبر ہو

کسی دن تو اڑا دو ٹھوکروں سے خاک تربت کو ۔ تمہارے پائمالوں کی لحد ایجاں فلک پر ہو

تمہاری تیغ ابرو آرزو ہے ہو مرے دلمیں ۔ تمہاری زلف کا سودا تمنا ہے مرے سر ہو

مٹے گر زلف شبگوں عارض سادہ سے محفل میں ۔ تمہارے شعلۂ رخ سے جہاں سارا منور ہو

جہاں سارا بنے گنج شہیداں تیری ٹھوکر سے ۔ تری چالوں سے اے ظالم بپا ہر روز محشر ہو

مرا ہے کیا ستم میں ہر گھڑی اپنی تمنا ہے۔ ۔ ہمارے دل کے کونے کونے میں ظالم ترا گھر ہو

تمنا ہیں تری یوں سر کے بل صحرا نوردی ہو ۔ مری تقدیر میں یارب مرے پاؤں کا چکر ہو

ملا کر دیکھ لیں رخسار رنگیں سے ذرا اپنے ۔ مقابل آئینہ ہو سامنے اُنکے گل تر ہو

کرمی کا تری ذاکر ہوں یوں جنت میں داخل ہوں
زباں پر نام ساقی ہاتھ میں لبریز ساغر ہو

اتنا نہ اوج دیجیے حُسن و شباب کو ۔ بس دو پہر کمال ہے اس آفتاب کو

یہ بیقرار ہے نہ قرار آئے گا تمہیں ۔ لیجئے نہ ہاتھ میں دل پر اضطراب کو

شعلے بھڑک اُٹھے مرے دلمیں شب فراق ۔ ہاں آگ لگ گئی مرے نخل شباب کو

کثرت سے انتظار کے سونا حرام ہے ۔ ملتی نہیں جگہ مری آنکھوں میں خواب کو

کیا بار وصل غیر نے تمکو جھکا دیا ۔ اونچا تو کیجئے نگہ مست خواب کو

شاید پھنسا ئینگے وہ مرا عندلیب دل ۔ گیسو میں مل رہے ہیں وہ عطر گلاب کو

اُس رشکِ گل نے کوچۂ دشمن میں آن کر ۔ گلشن بنا دیا ہے رہ نا ثواب کو

آج اُسکے واسطے ہے توکل اپنے واسطے
دیگر کسی کو رنج کوئی شادماں نہ ہو

تم اپنے ہاتھوں چھاؤں رکھو حُسن گلرخوں
دیکھو یہ دستبردِ خزاں گلستاں نہ ہو

اجناسِ دل کے ڈھیر ہیں بازارِ عشق میں
اُس مہروش نے حُسن کی کھولی دکاں نہ ہو

کیوں درپئے وصالِ صنم ہوں دل سے میں
کیوں خواہشِ معانقہ جسمِ جاں نہ ہو

ایسی جگہ پہ سو رہا ہے شاید مرا نصیب
پہ یہ اجگانے والا بھی کوئی جہاں نہ ہو

ایسی جگہ میں کس طرح ذاکر ہو خوش کلام
جس شہر میں سخن کا کوئی قدرداں نہ ہو

بنا دیتی ہیں بسمل دور سے کمبخت انساں کو
نگاہوں نے چڑھایا باڑ پر برگشتہ مژگاں کو

مجھے برباد کردو یا شاد و اپنے ہاتھوں سے
ملا رکھا ہے تمنے خاک میں کیوں میرے ارماں کو

شباب آتے ہی سب ناز و ادا سانچے میں ڈھلتے ہیں
بناتی ہے جوانی بھی پری کی شکل انساں کو

یہ کیا شرطِ مروت ہے کوئی روئے کوئی سوئے
مجھے بھولے تو بھولو پر نہ بھولو اپنے پیماں کو

جفاؤ ظلم کیونکر کر سکوں ثابت سرِ محشر
میں کیا پچھتا رہا ہوں چھوڑ کر قاتل کے داماں کو

قیامت میں ہزاروں انگلیاں اُٹھینگی جوبن پر
ملا ہے خونِ عاشق سے نرالا رنگ داماں کو

عجب انداز سے بکھرے ہوئے گیسو میں آنکھوں پر
بنایا حلقۂ چشمِ غزالاں زلفِ پیچاں کو

حنائی ہاتھ نے خونِ تمنا کردیئے لاکھوں
جلیں مہندی کے تختے آگ لگجائے گلستاں کو

فلک کو ناز ہے دعویٰ ہے اپنے ابرِ نیساں پر
نہیں دیکھا نہیں دیکھا ہماری چشمِ گریاں کو

یہیں صحرانوردی مشغلہ رہتا ہے فرقت میں
خدا آباد رکھے ہر گھڑی اپنے بیاباں کو

کھٹک ہے اس مزے کی جان و دل دونوں تصدق ہیں
تمنا ہے جگر میں اپنے رکھ لوں ناوکِ پیکاں کو

رہا کرتا ہے کیا کیا رشک انکی سُرخیٔ پاں سے
حنا کو۔ لعل کو۔ یاقوت کو۔ خونِ شہیداں کو

یہ کیا اے حضرتِ ذاکر ستائی اُنکے سجدے سے
گرو رکھنے چلے مے کے لئے ہو اپنے ایماں کو

کھلائے گل خدا نے دونوں کے باغِ عالم میں | عدو کو خارِ حسرت کا مبارک ہو مبارک ہو
مہ و خورشید دونوں آگئے ہیں ایک منزل میں | یہ دونوں کا رخِ زیبا مبارک ہو مبارک ہو
یہ موجِ کامرانی آبرو دے دمبدم سب کو | نشاط و عیش کا دریا مبارک ہو مبارک ہو
صدائیں آ رہی ہیں گونجتی اوجِ مسرت سے | خوشی کا ہر طرف چرچا مبارک ہو مبارک ہو
مکانِ فرحت افزا چاندنی کا کھیت بنجائے | ضیائے ماہِ دو ہفتہ مبارک ہو مبارک ہو

خوشی کا دور ہے ذاکر اڑیگا کاگ بوتل کا
اڑانا ساغرِ صہبا مبارک ہو مبارک ہو

ملا ہے کیا نرالا مشغلہ محوِ تماشا کو | بنا رکھا ہے آئینہ ترے نقشِ کفِ پا کو
نہ چھیڑو تم کہ رونے سے مرے طوفان اٹھیگا | لیے پھرتا ہوں اپنے ساتھ ان آنکھوں میں دریا کو
حبابِ چشمِ پرخوں نے غضب طوفاں اٹھایا ہی | انہیں دو آبلوں میں بند کر رکھا ہے دریا کو
دل و دیدہ ہیں حاضر بے تکلف آئیے ایجاں | یہاں بیٹھو وہاں بیٹھو ادھر جھانکو ادھر تاکو
مٹے جاتے ہیں ہم شعلہ رخوں کے سوزِ الفت میں | الٰہی آگ لگ جائے مری ایسی تمنا کو
یہاں آرام و عشرت میں خیالِ درد ناممکن | خبر کیا دل جلوں کے دل کی ہے اس ماہِ سیما کو
دکھا دو جلوۂ رخسارِ زیبا سارے عالم کو | پڑا رہنے دو تم غش میں کسی محوِ تماشا کو
تمہاری نوکِ مژگاں کی خلش کا لطف ملتا ہے | جگر میں یہ چبھو کر رکھ لوں گا میں خارِ تمنا کو
طلوعِ مہرِ محشر کے ابھی ہیں دن بہت باقی | چھپا رہنے دو تم برقعہ میں اپنے روئے زیبا کو
مئے گلرنگ کی تقدیر پر کیا رشک آتا ہے | تعلق ہو گیا انکے لبوں سے جامِ صہبا کو

تلاوت مصحفِ رخسار کی ذاکر کو لازم ہے
نظر میں کیوں نہ رکھے آپکے روئے مصفا کو

تم اپنے دل سے بہرِ خدا بدگماں نہ ہو | الفت وہ شے نہیں کہ یہاں ہو وہاں نہ ہو
تجھ سے یقین ملنے کا جانِ جہاں نہ ہو | یہ چلتا پرزہ رسم اگر درمیاں نہ ہو

ہم بیکسوں کے نام کا اس درجہ ننگ ہے
ملتی نہیں زمیں بھی نشانِ مزار کو

ذاکر یہ شاعری کی بھی دھن ہے بُری بلا
ہمنے ملا یا خاک میں سب کاروبار کو

ذاکر حنائی پانے دکھایا یہ معجزہ
رنگیں بنا گئے مرے لوحِ مزار کو

وہ اپنے ناز و خوبی سے جو اک دن جلوہ فرما ہو
خدا جانے کہ کیا کیا حضرت موسیٰ کو دھوکا ہو

چمن پر اوس پڑ جائے گلوں کا رنگ پھیکا ہو
اگر سرکا ہوا اُس رُخ سے شبنم کا دوپٹا ہو

یہاں تو گرم و سرد اس دل پہ ہر دم ہی گذرتے ہیں
بلا سے جاں جلے اپنی تمہارا دل تو ٹھنڈا ہو

ہزاروں عہد و پیماں جس بت پر فن نے توڑے ہیں
تو پھر اک قول کے چھلّے پہ اسکا کیا بھروسا ہو

دکھائی وہ نہیں دیتی نظر یہ بھی نہیں آتا
مرے تارِ نفس کا اور کمر کا کچھ نہ رشتا ہو

اگر وہ آپ سے آئے تو ہم آپے سے باہر ہیں
بنے کیا بات اپنی اس طرح جب آنا جانا ہو

کوئی دم موت کو ٹالیں نفس کو لب پہ ٹھیرائیں
نہ کرنا ہو وہ کر گذریں اگرچہ اُن کا آنا ہو

ہمیشہ قلب رکھتا ہوں صفا گرد و کدورت سے
یہی مدِّ نظر ہے دل کسی کا بھی نہ میلا ہو

ہمیں رغبت انہیں نفرت الٰہی جان غضب میں ہے
کہو پھر اس دغلی میں کہاں دل کا ٹھکانا ہو

یہیں گر چھوڑ جانا ہے تو پھر دونوں برابر ہیں
اگرچہ قصرِ سلطانی ہو یا تکیہ گدا کا ہو

کماں ابروئے جاناں سمجھے خوب یہ دل میں
خدنگِ ناز سہنے کو ترے میرا کلیجا ہو

برائی اور بھلائی ایک قسم میں سب نظر آئے
ہمارے دردِ دل کا اُنکی گر آنکھوں میں سرما ہو

مثل سچ ہے سمجھ لیں آپ دل میں حضرت ذاکر
بنے تدبیر سے کیا کام جب بگڑا نصیبا ہو

سرِ نوشاہ پر سہرا مبارک ہو مبارک ہو
یہ بزمِ عیش فرحت زا مبارک ہو مبارک ہو

سرور و میش سے ہو مبکشی فرط مسرت میں
یہ مینا جام عشرت کا مبارک ہو مبارک ہو

مبارک ہر طرح تمکو نرالی عیش کی گھڑیاں
نئی دلہن نیا دولہا مبارک ہو مبارک ہو

وہی شوخ پری وش قابل عشق و محبت ہو
کہ جسکی آنکھ میں شوخی ہو چتون میں شرارت ہو

ہم اُن پر جان دیں اور اُنکو غیروں کی محبت ہو
کسیکی یا خدا ایسی بھی برگشتہ نہ قسمت ہو

مرا سر اسلئے قاتل نے دروازہ پہ لٹکایا
کہ انجامِ محبت دیکھکر اوروں کو عبرت ہو

نہیں معلوم کیسے کیسے صدمے دلکو ہوتے ہیں
غضب ڈھاتا ہے اسکا روٹھنا جس سے محبت ہو

کوئی تڑپے شب غم اور کوئی آرام سے سوئے
کسیکی جان جائے اور کسیکے دلکو راحت ہو

نہ سمجھا تھا پہلے اب جورِ بتاں کا شکوہ کرتا ہے
نہیں کہتا تھا میں اے دل نہ تو پابند الفت ہو

ہماری آرزو بنکر ہمارے دل میں رہجاؤ
مزا پھر وصل کا آئے قیامت تک نہ فرقت ہو

دعا میں مانگتا ہوں ہر گھڑی یہ وصل جاناں میں
جو حسرت ہے مجھے یارب وہی اُسکو بھی حسرت ہو

دکھا کر اک جھلک پردے میں آنکھوں سے ہوئے غائب
شرارہ ہو چھلاوہ ہو - کہ فتنہ ہو قیامت ہو

ستم ہے آپکی برچھی نظر غیروں میں لٹتی ہے
اِدھر بھی ہاں ذرا ایجانِ جاں چشم عنایت ہو

ملے ہیں عشق کی سرکار سے تمکو لقب کیا کیا
ستمگر ہو بڑے ہی بیوفا ہو بیمروت ہو

ہمارا دل بنے ایجاں خدنگِ ناز کا رستہ
اسی خونِ جگر کی تیری مژگاں کو ضرورت ہو

اُسے کیا چین آئے جسکے دلمیں عشق ہو داکر
اُسے تسکین ہو کیونکر جسے اُسکی محبت ہو

کسلئے بنایا ہے تری زلفِ تتار کو
دیجئے دعائیں میری شبِ انتظار کو

آوارگی ہے طرزِ تلون دکھا رہی
خودرفتہ کر دیا ہے دلِ بیقرار کو

شاید ہے آج حسن کا دفتر کھلا ہوا
ذرہا تلاش کرتا ہے امیدوار کو

نقشِ دہن کا موئے کمر بن کے رہگیا
کھینچا اگر خیال میں تصویر یار کو

برباد ہو گئے تو بنینگے فلک نشیں
صرصر رکھیگی سر پہ ہمارے غبار کو

نالوں سے اپنے طرزِ قیامت دکھائیں ہم
لوٹا لگائیں آج شبِ ہجر یار کو

یہ ضد ہے آج اُنکے نشاں تک مٹا ئینگے
پامال کر رہے ہیں ہمارے مزار کو

عاشق ہیں مگر ہم تو ہیں بے بہرہ وفا سے
کیا بات تمہاری ہے کہ تم اہلِ وفا ہو

کہتا ہوں پس مرگ بھی میں قبر میں جا کر
پہنچیں یہاں بھی ہول محبت کا برا ہو

اس دل کا ٹھکانا ہی نہیں دونوں جہاں میں
کمبخت جو نہ اُنکی نگاہوں سے گرا ہو

تاثیر دے وہ میری دعاؤں میں الٰہی
اُس بت کی بدل جائے طبیعت تو مزا ہو

کیا رنگ دکھاتی ہے سرِ چرخ شفق آج
اُتری ہوئی شاید تری پاؤں کی حنا ہو

کھنچتے رہیں عشاق پہ یوں ابرو و مژگاں
شمشیرِ جفا ہو۔ کوئی پیکان قضا ہو

دانتوں میں ہمارے ہو کسی کا لبِ شیریں
انصاف یہ کہتا ہے کہ جھوٹے کو سزا ہو

یوں لت کیجیے تقدیر کا لکھا ہوا پورا۔
بیمارِ محبت کی دوا ہو نہ دعا ہو

کیونکر نہ ہو صورت پہ جہاں آپکی مفتوں
معشوق یہاں تک ہو کہ محبوب خدا ہو

باتوں میں لگا لائے اُنہیں حضرتِ ذاکر
تم بھی تو اِک آفت ہو قیامت ہو بلا ہو

کیوں مجکو ذوقِ حسرتِ بیداد کا نہ ہو
ارمانِ ظلم اُن کو کوئی رہ گیا نہو

پچھلے کو آج چپ جو رہا جانے کیا ہو
تیرے مریضِ ہجر نے کچھ کھا لیا نہ ہو

جس داستاں کو سُن کے نہ سوئے وہ رات بھر
میری ہی بیقراری کا وہ ماجرا نہ ہو

کیا کیا یہ عشقِ یار میں جھیلیں مصیبتیں
صدمہ وہ کونسا ہے جو دل پر پڑا نہ ہو

بلواؤں اُنکو پرسشِ دل سے ہے یہ خوف
سر پر خرام ناز سے محشر بپا نہ ہو

اُس گل کے عشق میں بھی کیا کیا [illegible] گئے گل
ہاں ہے نسیم گلشنِ ہستی ہوا نہ ہو

کیا ہو جو آج حضرتِ واعظ بھی مے پئیں
سب رند ہوں جہاں میں کوئی پارسا نہ ہو

بوسے تو دے ہے ہیں مگر کہ جھجک کیساتھ
وہ دیکھتے ہیں یہ کہ کوئی دیکھتا نہ ہو

بھولا خدا کو یادِ بتاں میں غضب کیا
ذاکر کی طرح سے بھی کوئی مبتلا نہ ہو

ذاکر کے در پہ آکے وہ کہتے ہیں اس طرح
اس خانماں خراب کو جب دیکھو گھر نہیں

ردیف و

نئی جانیں کہاں سے لاؤ نہیں اس نازنیں ہم کو
تمہاری آرزو دم لینے دیتی ہی نہیں دم کو

قیامت ہے مرے سر سے نہیں ٹلتی نہیں ٹلتی
خیالِ زلف کے پھندے نے باندھا ہے شبِ غم کو

جو اُس رشکِ پری کا خواب میں سایہ بھی چھو جائے
یقیں ہے بھول ہی جائیں سلیماں اسمِ اعظم کو

بنے اک پاٹ دریا کا گماں سب کو ہے طوفاں کا
ذرا دامن پہ رکھ لیجے ہماری چشمِ پرنم کو

یہ سفا کی کہاں ہے گو سیاہی ملتی جلتی ہے
مری تقدیر سے نسبت تمہاری زلفِ برہم کو

یہ مٹی کا پیالہ رنگِ محفل بن گیا کیسا۔
اُٹھا کر طاق پر رکھ دینگے ہم تو ساغرِ جم کو

ستم ہے کروٹیں لیتے ہیں ہم تاریک تربت میں
اندھیرے میں ذرا اے داغِ دل تم ہی کہیں چمکو

بجا ہے گندمی رنگوں کے سہتے ہیں ستم ہم بھی
نکالا ایک ہی دانے نے جب جنت سے آدم کو

ہوا ہے باعثِ دنیا بندھا ہے رشتہ خلقت کا
بھلا ایجاں صدرِ رحمت نہ ہو کیوں جرمِ آدم کو

ہماری بیکسی پر اک یہی افسوس کرتی ہے
بہائے چار آنسو قبر پر رحمت ہے شبنم کو

کھلے ہیں بال زلفوں کے بنے تصویرِ حیرت کی
یہ کس کا سوگ چھایا ہے چلے ہو کسکے ماتم کو

تمہارا ہے سخن اعجازِ جاں افزا ہی دیکھا ہے
ذرا سی جنبشِ لب میں شفا ہو ابنِ مریم کو

سما کرتی ہیں لاکھوں آرزوئیں دل کے گوشہ میں
اسی شیشے میں ہم نے بند کر رکھا ہے عالم کو

[illegible] + ذرا سی دیر میں سب [illegible]

بلائی ہے شرابِ ذکر کیا رندوں کو اے ذاکر
دعائیں سارے میکش دیتے جاتے ہیں ترے دم کو

دلدار - دل آزار ہو - تم ہوش ربا ہو
بجلی ہو - چھلاوا ہو - شرارا ہو - ہوا ہو

شہرت ہے یہ چاہت کی تمہاری مرے دم تک
ہر شخص سے پھر کہتے پھروگے ہمیں چاہو

عشرت کا یہی لطف ہے کہتی ہے جوانی
ہر رات نئی رات ہو معشوق نیا ہو

مروت نہیں کچھ محبت نہیں

حُسن کو مول لیں - مجال نہیں
دیکھتے ہیں گرہ میں مال نہیں

کون دنیا میں وہ کمال نہیں
جسکے پلے بندھا زوال نہیں

تمکو میرا ذرا خیال نہیں
اب وہ پہلی سی بول چال نہیں

مٹ گیا عالم شباب اپنا
شوق نظارۂ جمال نہیں

کس لئے آگئے وجد میں میخوار
میکدہ بزم حال و قال نہیں

نازبیجا ہے حُسن پر صاحب
کون سے ماہ کو زوال نہیں

لذتِ عشق میں رہا شاداں
اسلئے دل پہ کچھ ملال نہیں

تیرا بخت سیہ ہو منہ کالا
کہ تصور میں بھی وصال نہیں

رات غیروں کے گھر رہے صاحب
اور پھر آپ پہ انفعال نہیں

اتنا بدبخت ہوں منجم میں
میری قسمت میں نیک فال نہیں

وہ جوانی گذر گئی ذاکر
اور اُن سے ہوا وصال نہیں

کب معرکہ میں عشق کے سینہ سپر نہیں
جانباز وہ ہوا ہوں کہ پروائے سر نہیں

ہم جانتے ہیں کوچۂ قاتل میں مر رہا
لیکن جواب خط جو پھرا نامہ بر نہیں

بیٹھو ابھی جاؤ تمل کرو گے مجھے چہ خوش
باندھو گے کس میں تیغ تمہاری کمر نہیں

پہونچاؤں کس طرح میں خبر اپنی یار کو
مونس نہیں رفیق نہیں نامہ بر نہیں

اللہ آگئی ہے بس ہر بہ جان زار
طول شب فراق کی مطلق سحر نہیں

کیا جانئے کدھر دل وحشی نکل گیا -
جوش جنوں میں اُس کی مجھے کچھ خبر نہیں

بیکار آہ و نالے میں بیرنگ خون دل
پتھر کے سنگدل ہیں یہ بت کچھ اثر نہیں

کیوں سر جھکاؤں واسطے طلب مجھے غرض
کعبہ کی آستاں تو ترا سنگ در نہیں

اُس نے غلطی نگے وہ ستلے اپنی ہیں پوشاکیں
جو نظر آتے نہیں ہیں اس گنبدِ افلاک میں

مغ بچے پھرتے ہیں دیکھو زاہدوں کی تاکمیں
کیا ملا بنگے انہیں بھی میکدہ کی خاک میں

چہرۂ پُر نور میں پیدا نہیں ہے عکس خط
لگ گئے ہیں داغ یہ دامانِ حسنِ پاک میں

ہجر میں اُس بیوفا کی مر گئے بے موت ہم
روز کے صدموں سے ہمدم آگیا دم ناک میں

دیکھتا ہے جب مجھے کترا کے چلتا ہے وہ راہ
کوٹ کر بھر دی ہے شوخی اُس بُتِ چالاک میں

میرا جسمِ ناتواں کام آئیگا لے لیجئے لے
نیم کا تنکہ نہ رکھیں آپ ہرگز ناک میں

اُڑکے دامن سے لپٹتی ہے ترے وقتِ خرام
پر لگائے شوخیوں نے میری مشتِ خاک میں

گرمئ سوزِ جدائی نے سکھایا اس قدر
ایک بھی آنسو نہیں ہے دیدۂ نمناک میں

داخلِ ہیت ہیں ذاکر اُس شہ عالم کے ہم
شان کے معنے ہیں جسکے آئینہ لولاک میں

رقیبوں سے گر تمکو فرصت نہیں
رخِ مہ کو حاصل وہ صورت نہیں
پسی ہے رقیبوں کے کیا خول میں
سئے در ترے سب کے جھکتے ہیں سر
بنا پتھروں سے ہے انکا خمیر
نہ آئے دمِ مرگ تو کیا ہوا
ہو تم رقیبوں سے جی کھولکر
دکھاتا ہے ساقی جو خالی قدح
بری لاکھہ گو بنگئی دخترِ رز
محبت کے دعوے پہ کہنے لگے

نہیں بھی بھرالیوں کی چاہت نہیں
قیامت نہیں سرو قامت نہیں
حنا کی جو کچھ شوخ رنگت نہیں
کوئی اور سجدے کی آیت نہیں
بتوں میں جو خوئے محبت نہیں
نہیں بھی کچھ اُن سے شکایت نہیں
نہیں بھی کچھ ایسی ضرورت نہیں
تری آنکھ میں کچھ مروت نہیں
مگر شیخ کے آگے حرمت نہیں
مرا گھر ہے کوئی عدالت نہیں

زمانہ کو ذاکر یہ کیا ہو گیا

تم رازِ قلوبِ اہلِ یقیں حضرت سلطان نظام الدین

تم مہرِ برجِ طریقت ہو تم مشعل نورِ حقیقت ہو
روشن ہے رہِ دنیا و دیں حضرت سلطان نظام الدین

تم فخرِ اہلِ دنیا ہو محبوبِ الٰہی یکتا ہو
عرش و کرسی کے ہو کرسی نشیں حضرت سلطان نظام الدین

تم سوز کہیں ہو ساز کہیں ہو نور کہیں تم نار کہیں
تم مہر مبیں ہو ماہ جبیں حضرت سلطان نظام الدین

مشہور یہ فیضِ لیاقت ہے عالم میں نام محبت ہے
تم خاتمِ الفت کے ہو نگیں حضرت سلطان نظام الدین

ہو اِسکو عطا آیا در پر۔ ذاکر ہے تمہارا خستہ جگر
دارُوئے دلِ غمگیں و حزیں حضرت سلطان نظام الدین

مشامِ جاں ہے تازہ روح پرور ایسے ہوتے ہیں
کسیکے عارضِ رنگیں گلِ تر ایسے ہوتے ہیں

جواب اُنکے برابر کا بٹھا دیتے ہیں محفل میں
دکھا دیتے ہیں آئینہ سکندر ایسے ہوتے ہیں

کسیکے اُٹھتے جوبن نے غضب ڈھایا ستم توڑا
کیا ہے شیشۂ دل چور پتھر ایسے ہوتے ہیں

بہت خورشید پر ہے ناز اُس چرخِ ستمگر کو
دکھا کر منہ جتا دو روئے انور ایسے ہوتے ہیں

مرے رونے سے حضرت نوح کی کشتی ہے چکر میں
اُٹھا دیتے ہیں طوفاں دیدۂ تر ایسے ہوتے ہیں

دکھانے جنبشِ ابرو نے وہ جوہر سرِ مقتل
کہ تلواروں کا منہ پھرتا ہے خنجر ایسے ہوتے ہیں

ستاروں کی طرح چمکے سرِ افلاک پر دیکھو
زمینِ کوچۂ جاناں کے کنکر ایسے ہوتے ہیں

خیالِ موئے مژگاں سے خلش ہوتی ہے رہ رہ کر
رگِ جاں کو تلتے ہیں کہ نشتر ایسے ہوتے ہیں

مخاطب کر لیا اپنی طرف ذاکر نے تم سے کو
کہ تا بہ جان تا دو چلتے منتر ایسے ہوتے ہیں

جیتے جی مل گئی جنت ترے گھر آئے سے
آج ذاکر کو بھی فردوس مکاں کہتے ہیں

کہتی ہیں نگاہیں تری ہم ہوش ربا ہیں
بجلی ہیں۔ چھلاوہ ہیں۔ شرارہ ہیں ہوا ہیں

سہتے ہیں نئے ظلم نگُاف نہیں کرتے
عاشق ہیں ترے نام کے پابند وفا ہیں

وہ ضعف گرانبار ہے چل بھی نہیں سکتے
کیا اُٹھینگے کوچے سے کہ نقش کفِ پا ہیں

وہ ضبط کئے بیٹھے ہیں انداز محبت
معلوم کسی کو نہیں ہم کون ہیں کیا ہیں

ابرو کے تصور نے جھکا رکھی ہے گردن
سرخم پئے تسلیم ہے راضی برضا ہیں

جس سمت نظر پہونچی بسا گنج شہیداں
ترچھی سی نگاہیں تری عالم کی قضا ہیں

دل جائے کہ سر جائے بلا سے نہیں پروا
بسمل ترے انداز کے پابند ادا ہیں

اچھا ہے جو اُنکو ہے رقیبوں سے محبت
ہے لطف تو جب ہم بھی کسی اور کو چاہیں

وہ بات کے پورے نہ رہے ہیں نہ رہینگے
الفت کا مزا جب ہے کہ ایسے سے نباہیں

دیکھیں تو اثر کیوں نہیں آتا ہے فلک سے
تڑپے ہوئے نالے ہیں تو پردرد ہیں آہیں

آجائیں مرے دل میں نگاہوں سے وہ ذاکر
ہم اُنکو بتاتے ہیں یہ ہیں سیدھی سی راہیں

روشن ہے تمہیں سے عرش بریں حضرت سلطان نظام الدین
تم مہر فلک ہو ماہِ زمیں حضرت سلطان نظام الدین
درگاہ تمہاری نام خدا ہے چشمۂ فیضِ جود و عطا +
در پر ہے تمہارے سب کی جبیں حضرت سلطان نظام الدین
وہ رتبہ تمہارا اعلیٰ ہے اسلام کی شان دوبالا ہے
ہر حال میں ہو تم حامئے دیں حضرت سلطان نظام الدین
تم چشم فلک کے تارے ہو محبوبِ خدا کے پیارے ہو

جتایا صاف در پردہ خمارِ چشم ساقی نے
اُٹھا رکھنے نہیں باقی مے یہ ہی دستور شیشے میں

فراق ساقئ مہوش میں یہ رندوں کا نقشہ ہے
پڑی ہے آنکھ ساغر پر دلِ رنجور شیشے میں

کسی صورت تو ٹھنڈے ہوں مرے زخمِ دلِ سوزاں
مئے انگور کے بدلے بھروں کافور شیشے میں

ہمارے دل جگر کو پھونک ڈالا ایک ساغر نے
یہ کیسی آگ بھر لایا بتِ مغرور شیشے میں

ہوئی ہے تیز ایسی مے کہ چُلّو میں کیا اُلّو
پڑا کیا عکس چشمِ ساقئ مخمور شیشے میں

اُٹھا رکھا ہے محفل میں جو دستِ ناز ساقی نے
مئے احمر کا قطرہ قطرہ ہے مسرور شیشے میں

غضب چمکی ہے رنگت دخترِ رز کی دیکھ ای زاہد
پرستاں کی پری ہے کیا نظر بد دور شیشے میں

تمہاری زلف شبگوں سے سیاہی دم چھپاتی ہے
اتر آئی سمٹ کر اب شبِ دیجور شیشے میں

خیالِ غیر کا ذرہ بھی دل میں آ نہیں سکتا
مئے عشقِ بتاں ہے اسقدر بھرپور شیشے میں

خیالِ چشمِ میگوں میں ہمینگے اشک کیا ذاکر
ٹپکتی رہتی ہے مے ہو گیا ناسور شیشے میں

لبِ عشاق ہیں سرگرم فغاں کہتے ہیں
ہم ترے عشق کو یوں آفتِ جاں کہتے ہیں

منہ سے مے کہتے ہی کیا جھوم کے آئے بادل
دیکھ زاہد اِسے تاثیر زباں کہتے ہیں

دیکھکر تیغ ترے ہاتھ میں بسمل تیرے
لبِ ہر زخم سے اللہ کی اماں کہتے ہیں

گالیاں دیتے ہو ہر بات میں لاکھوں مجکو
اُسپہ طرہ ہے تمہیں غنچہ دہاں کہتے ہیں

وہ گھٹا آئی ہے میخانہ پہ مستوں کا ہجوم
سند کیا پیرِ مغاں۔ پیرِ مغاں کہتے ہیں

خارِ حسرت کے کھٹکتے ہیں شبِ غم کتنے
اس خلش ہی کو تو ہم دردِ نہاں کہتے ہیں

ایک بوسہ بھی نہیں ملتا حسینوں سے ہمیں
لوگ ان روزوں کو کچھہ سستا سماں کہتے ہیں

سادگی میں بھی ہے مضموں کی کچھہ رنگینی
منکرو دیکھو اسے لطفِ زباں کہتے ہیں

زلف ہے دامِ بلا چشم ہے اِک قہرِ خدا
اسلئے لوگ تمہیں آفتِ جاں کہتے ہیں

گالیاں دیتے ہو اک بات پہ لاکھوں ہمکو
اور پھر لوگ تمہیں غنچہ دہاں کہتے ہیں

بجھ سکی نہ کھلا بیٹھیں یہ زخم جگر اپنے | ہاں رنگ قیامت ہیں غضب لائے ہوئے ہیں

کس طرح بر آئے دل ذاکر کی تمنا
پھسلائے میں غیروں کے وہ اب آئے ہوئے ہیں

نظر آئے مجھے کیا وہ پری رخسار شیشے میں | کہ بھر رکھی ہے اے زاہد مئے پندار شیشے میں
کہاں جاتا ہے اے زاہد ادھر آ بزم رنداں میں | دکھائیں حور جنت کا تجھے دیدار شیشے میں
اڑا لیجاتی ہے ہوش و خرد اڑ اڑ کے رندوں کے | غضب کی بند کی ساقی مئے پر دار شیشے میں
کھنچی آتی ہیں کس لطف سے بزم ساقی میں | کھنچی آتی ہے کس سرعت ہر میخوار شیشے میں
غم فرقت کو دل سے بھلایا ایک ساغر نے | مئے کوثر کے آتے ہیں نظر آثار شیشے میں
کھٹکتا ہے ہر اک قطرہ جگر میں ہجر ساقی سے | مئے گلرنگ کے بدلے بھرے ہیں خار شیشے میں
یہاں مئے کا ساغر - ساغر جم سے زیادہ ہے | جہاں کی دیکھتے ہیں کیفیت میخوار شیشے میں
اڑا جاتا ہے ہر قطرہ پری بن بنکے محفل میں | لگا رکھا ہے ساقی چاڑھی بازار شیشے میں
کبھی نکلی پری بنکر کبھی حور جناں بن کر | بھری ہے پیر مغاں نے خوب نور و نار شیشے میں
عجب لذت ہے کھنچ کھنچ کر ہزاروں خون بہاتی ہے | بنی بیٹھی ہے کیا بیٹھی سی اک تلوار شیشے میں
مئے گلرنگ ہے لیکن غضب جوبن نکھر آیا | کہ ٹکڑے کھا گئے ہیں غیرت گلزار شیشے میں

نہ کر اب بیٹھ کر مسجد میں وصف مئے تو اے ذاکر
اتر آئیگا زاہد کا دل بیمار شیشے میں

نظر آئی ہے کیا زاہد مئے انگور شیشے میں | دکھائی ہے ہمیں پیر مغاں نے حور شیشے میں
غضب نکھرا ہے رنگ بادہ انگور شیشے میں | نظر آنے لگی ہے جلوہ گاہ طور شیشے میں
سماں سا ہر گھڑی ہونے دنا کچھ اس آتی ہے | بھرا رکھا ہے کیا خون دل ناسور شیشے میں
لبالب جام ہے تیتی خالب سے ملا دیکھو | نظارہ دو جہاں کا ہے اگر منظور شیشے میں
فسوں سازی یہ کس کی چشم میگوں کی نظر آئی | ہوئی ہے بند آکر دختر رز مجبور شیشے میں

آنکھوں سے چھپے رہتے ہیں پر دل میں مکیں ہیں
واللہ نرالے ہیں نئے پردہ نشیں ہیں

گم ہو گئے ہیں بیخودیٔ شوق میں اتنے
بیٹھے تو کہیں ہم ہیں خیالوں میں کہیں ہیں

خالی نہیں جاتیں کسی بیکس کی دعائیں
دیکھیں کے بڑے آپ بنے پردہ نشیں ہیں

الفت نے دکھائی ہے نئی راہ فنا کی
صحرا کئے جنوں جاں لے ہم خاک نشیں ہیں

ہر آنکھ میں ہر دل میں دکھلاتے ہیں وہ جلوہ
اور اس پہ یہ کہتے ہیں کہ ہم پردہ نشیں ہیں

ہے انکو تمنا ترے دیدار کی اتنی +
محشر کے طلبگار یہ سب اہل یقیں ہیں

رہتے ہیں جدائی سے الگ یہ بت رعنا
پر میرے خیالوں سے مرے دل کے قریں ہیں

چاہت میں ہوئے انکی خدا سے بھی تو غافل
یہ بت بھی ہیں معشوق پہ غارت گر دیں ہیں

آرام سے سوتے ہیں پڑے کنج لحد میں
جنت کے مزے اپنے لئے زیر زمیں ہیں

کیا تارے نکل آئے چمکتے سر افلاک
یا قطرے پسینے کے ترے زیب جبیں ہیں

ذاکر انہیں کس طرح کریں وصل پہ راضی
وہ تو کسی اقرار پہ پکے ہی نہیں ہیں

دل دیکے بتوں کو جو خطا پائے ہوئے ہیں
اب عشق خدا سے بھی قسم کھائے ہوئے ہیں

انداز قیامت کے دکھاتا دل مضطر
روکے ہوئے تھامے ہوئے سمجھائے ہوئے ہیں

لہرانے لگے چشمۂ خورشید میں کالے
گیسو ترے رخسار پہ بل کھائے ہوئے ہیں

کھل کھیلینگے اک دن ذرا آنے دو جوانی
کمسن ہیں ابھی بزم میں شرمائے ہوئے ہیں

عشاق کی آہوں سے پسیجیں گے نہ ہرگز
بت سنگ ہیں پتھر سے یہ بنوائے ہوئے ہیں

پامال ہزاروں ہیں تو بسمل ہوئے لاکھوں
اللہ رے قیامت کے ستم ڈھائے ہوئے ہیں

بوسہ کے عوض دیتے ہیں دشنام وہ مجکو
ہم جانتے ہیں غیروں کے بہکائے ہوئے ہیں

یہ بھی تو ثمر جوشش جوانی کے ہیں ظالم
دو پھل جو ترے سینہ پہ گدرائے ہوئے ہیں

وہ عہد کئے بیٹھے ہیں اب ملنے کا ہم سے
ہم غیر سے ملنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں

گھونٹ رکھا ہے گلا۔ فریاد کی طاقت نہیں
میں اسیر زلف ہوں تازہ گرفتاروں میں ہوں

جان دیتا ہوں خوشی سے دیکھ ادھر چھی نظر
سر لگا کر تیرے خنجر کے طلبگاروں میں ہوں

لگیا ہے کچھ پریشانی سے میرا سلسلہ
زلف شبگوں سے محبت ہی سیہ کاروں میں ہوں

تیری آنکھیں ہیں کہ دو لبریز ساغر مے کے ہیں
ہر نگاہِ مست پر بیخود ہوں میخواروں میں ہوں

نزع کے عالم میں بھی تصویر رکھی سامنے
مرتے مرتے بھی میں تیرے ہی وفاداروں میں ہوں

گھر مرا فردوس ہے دوزخ کا ذاکر غم نہیں
میں حبیب کبریا کے کفش برداروں میں ہوں

بیداد ہیں ایذا ہیں جفائیں ترے شر میں
کہنے کو ہے اک جان مگر لاکھ خطر میں

وہ روٹھ کے اغیار سے آئے مرے گھر میں
یہ لطف ملا آج مجھے زندگی بھر میں

کب رہتا نہیں یادِ بتِ رشک قمر میں
کب عید کا وہ چاند نہیں اپنی نظر میں

شوخی جو نہیں یاد کسی کی شب فرقت
کیوں چٹکیاں لینے کوئی بیٹھا ہے جگر میں

کیوں کعبۂ دل میں ہے جگہ اسکی الٰہی
کس طرح وہ بت آگیا اللہ کے گھر میں

ارلے ہے کسی کو تو جلایا ہے کسی کو
کیا آئی خدائی ہے بتوں کے کہیں گھر میں

جلوہ جو تمہارے رخ پُر نور کا دیکھا
خوبی یہ ملائک میں نہ یہ حسن بشر میں

شاید یوہیں اُس عرش نشیں تک ہو رسائی
نامہ کو مرے باندھ دو جبریل کے پر میں

کل تک تھی مری جکو گرانبار جدائی
کیوں پھول سے ہلکا ہوا آج انکی نظر میں

ہرگز نہ گئی تابش آئینہ رخسار
آلودہ وہ رخ لاکھ ہوا گرد سفر میں

کیا ناوکِ دل دوز نظر بھول گئے گھر
مہمان تو دل کے تھے اتر آئے جگر میں

آتی ہی نظر خیر کہاں ہاتھوں سے اُن کے
جو دو قدم آگے ہیں قیامت سی بھی شر میں

ذاکر جو صفا در دنداں ہیں کسی کے
یہ باب نہ ہیرے میں نہ یہ آب گہر میں

ری صادق بیانی کہ ہیں عالم میں ہے شہرہ نہیں رکھتا زباں۔ تیری طرح میں عذر ماطل ہوں
سکت ضع نہ بن آجا کہ اس دم لطف صحبت ہے نہ میں دشمن کی صورت بارِ دل ہوں رنج محفل ہوں
رائی بھی مری ہر طرح قاتل کی بھلائی ہے بنا ہوں برق خنجر کو جو میں بیتاب و بسمل ہوں
سوال وصل پہ آسان کہہ دینا تھا ہاں لیکن نہیں نکلا زباں سے اُنکی ہیں وہ حرف مشکل ہوں

وہ ذاکر ہوں کہ شاہِ ہفت کشور کو گدا سمجھوں
اگر شہر مدینہ کے کبھی در کا میں سائل ہوں

ایک تم ہو کہ کسی بات کا اقرار نہیں ایک ہم ہیں دل و جاں دینے سے انکار نہیں
یر کا ہو کے رہوں۔ ہو گا یہ زنہار نہیں مری عادت نہیں خصلت نہیں کردار نہیں
ائدہ کچھ بھی طبیبوں نہیں ہو گا مجکو تیری تبرید میں گر شربتِ دیدار نہیں
آبرو بگڑے۔ مگر بات بنے غیروں کی آپ کی طرح میں اوروں کا طرفدار نہیں
ونک اُٹھتا ہوں سمجھ قبر میں میں شورِ محشر چین دیتی مجھے واں بھی تری رفتار نہیں
جلوہ آرا ہوا جب مصرِ محبت میں وہ شوخ کھوٹے داموں کوئی یوسف کا خریدار نہیں
ائے زخمِ سر فرہاد کو باندھوں کس سے قابل اس کام کے یہ دامنِ کہسار نہیں
ریۂ دل یہ نہیں مفت جو بکجائے تمہیں ایسا ارزاں تو وہ کچھ مصحفِ رخسار نہیں

جان ذاکر کی جو منظور ہے لینی - لیلو
بات آسان ہے یہ ایسی تو دشوار نہیں

یکر اب دین و ایماں میں خریدار نہیں ہوں اے سراپا ناز تیرے ناز برداروں میں ہوں
اتواں ہوں میں اُٹھا سکتا نہیں جور و ستم کہہ سکوں کس منہ سے تیرے ناز برداروں میں ہوں
داوِ محشر مجھے بخشتے نہ بخشتے اختیار میں خطا واروں سیہ کاروں گنہگاروں میں ہوں
یری آنکھیں ہیں کہ دو لبریز پیمانے کی ہیں ہر نگاہِ مست پر بیخود ہوں میخواروں میں ہوں
چارہ سازو۔ جس سراپا ناز کا کشتہ ہوں میں کہتے ہیں عیسیٰ کہ ہیں بھی نہیں ... بیماروں میں ہوں

بھرے ہیں نغمۂ دلکش ہزاروں مجھ میں اے ہمدم
مثال نَے بظاہر ہر ذرۂ عالم میں خالی ہوں

مرا موجود ہونا ہمدموں بالکل تصور ہے
جو دیکھو غور سے مجکو تو اک پُتلا خیالی ہوں

کسی کا قدِ بالا کہہ رہا ہے مجھ سے بڑھ بڑھ کر
نہ بندش میں کبھی آیا میں وہ مضمون عالی ہوں

ہزاروں دل کئے بسمل سر محفل مگر اُس پر
ادا غمزے سے کہتی ہے کہ میں تو بھولی بھالی ہوں

تری زلفیں یہ کہتی ہیں بلا بن بن کے رہتی ہیں
تری مژگاں کا دعویٰ ظلم کے سانچے میں ڈھالی ہوں

تمہارا حُسن بھی عالم نے یکتا مان رکھا ہے
تمہاری وضع کہتی ہے کہ دنیا سے نرالی ہوں

ندو بوسہ ندو بوسہ مجھے بدنام کر دوں گا
کہ نقارہ بجا کر مانگتا ہوں وہ سوالی ہوں

چھپاؤ لاکھ الفت غیر کی مجھ سے نہیں چھپتی
اگر تم پتے پتے ہو تو میں بھی ڈالی ڈالی ہوں

تری زلفوں کا لیکر عکس دل کہنے لگا مجھ سے
ہزاروں بال ہیں جس میں میں وہ جام سفالی ہوں

پسِ مردن طبیعت اپنی ذاکر رنگ لائی ہے
حنا ہوں تیرے ہاتھوں کی لبِ رنگیں پہ لالی ہوں

وہ کہتا ہے حسیں ہوں نازنیں ہوں ماہِ کامل ہوں
میں کہتا ہوں کہ شوریدہ ہوں سرگشتہ ہوں بیدل ہوں

جو تو محبوب ہے میں عاشق۔ جو تو بے مثل میں یکتا
سمجھ لے تو مرے قابل بنا میں تیرے قابل ہوں

خدا سے ڈر بتِ کافر نہ کر تو سختیاں اتنی
ترا ہے قلب پتھر کا یہاں میں شیشۂ دل ہوں

ہنساتا ہے فلک دم بھر تو پہروں ہی رلاتا ہے
کبھی مثلِ لبِ مینا کبھی میں خشک ساحل ہوں

جفا سے تو نہیں ٹلتا وفا سے میں نہیں ہٹتا
تو اپنے کام کا پورا میں اپنے فن میں کامل ہوں

اِدھر محفل کی رونق ہوں اُدھر بستاں کی شہرت ہوں
یہاں ہوں قلقلِ مینا وہاں شورِ عنادل ہوں

لئے پھرتی تلاشِ یار ہے کیا در بدر مجکو
ابھی میں دیر سے نکلا ابھی کعبہ میں داخل ہوں

تجھے گر بات کی پچ ہے مجھے پاسِ سخن اپنا
اگر کچھ تو ہو شرمندہ تو میں بھی دل میں قائل ہوں

سیہ بختی مری بخشے گدا کو تاجِ سلطانی
بگڑ کر بھی بنا ایسا ہمائے اوجِ کامل ہوں

بظاہر ایک کہنے کے لئے شوقِ شہادت ہے
ہزاروں آرزوں سے پوچھتا ہیں کو کہ قاتل ہوں

جفائیں سہتی جاتی ہیں وفائیں آتی جاتی ہیں
تعجب ہے یہ بت بھی اب تو انساں ہوتے جاتے ہیں

اڑائے ہیں پرخچے دل جگر کے آج مقتل میں
یہ احساں مجھ پہ ہے شمشیر جاناں ہوتے جاتے ہیں

جنوں کا جوش ذاکر بڑھ گیا ہے کپڑے پھٹتے ہیں
بہار آنے کو ہے وحشت کے ساماں ہوتے جاتے ہیں

چمن میں اسلئے ہم آشیاں آباد کرتے ہیں
تواضع برق کی ہے خاطر صیاد کرتے ہیں

لئے بیٹھے ہیں خنجر آئینہ کو یاد کرتے ہیں
نیا کوئی نہ کوئی وہ ستم ایجاد کرتے ہیں

تڑپنے لوٹنے میں عاشقوں کی عمر کٹتی ہے
شب فرقت کے بسمل ہیں اجل کی یاد کرتے ہیں

جلاتے ہیں اڑاتے ہیں مٹاتے ہیں پس مردن
ہماری خاک کس کس طرح وہ برباد کرتے ہیں

ادھر فصل بہار آئی ادھر کالی گھٹا چھائی
مئے گلگوں کے عاشق میکدہ آباد کرتے ہیں

پس مردن ہلاتے ہیں فلک کو نالۂ دل سے
زمیں سر پر اٹھا کر ہجر میں فریاد کرتے ہیں

جو صورت انکی اپنے دل میں ہے وہ کھنچ نہیں سکتی
غلط دعویٰ ہے جو کچھ مانی و بہزاد کرتے ہیں

جنوں کا زور ہے فصل بہار آنے کو ہے شاید
رگ جاں سے لگا دوٹ نشتر فصاد کرتے ہیں

شہادت کا مزا کیا جانتے ہیں کس کے نصیبوں میں
وہ مقتل کو چلے ہیں تیغ براں یاد کرتے ہیں

قلم کے ہے حوالے یک قلم احوال دل اپنا
زبان خامہ سے ہم شکوۂ بیداد کرتے ہیں

رگ گردن بھلا کیا کٹ سکیگی سخت جانوں کی
یہ کیوں ہلکان جی کو خنجر فولاد کرتے ہیں

انہیں اس بیکسی پر رحم بھی یارب نہیں آتا
ہمارے حلق پر خنجر رواں جلاد کرتے ہیں

بھلا وہ بانکپن ان میں کہاں ہے قد جاناں کا
یہ کس بوتے پہ دعوی سرو و شمشاد کرتے ہیں

صفت تحریر جب کرتا ہوں چشم ناز جاناں کی
تو آ ہو آ کے خود آنکھوں سے اپنے صاد کرتے ہیں

دل ذاکر کو سودا ہے یہ کس کی زلف مشکوں کا
شب تاریک میں رہ رہ کے کیوں فریاد کرتے ہیں

بھرا بیٹھا ہوں پر چپ ہوں مگر کب تک سے خالی ہیں لب
میں گو شیشے میں ہوں لیکن شراب پر تگالی ہوں

نرالا ہی اثر رنگِ ملاحت میں ہے اے قاتل
کہ اپنے زخم صد رشکِ نمکداں ہوتے جاتے ہیں

ہمیشہ بتکدہ کے در پہ رہباں بنکے جو بیٹھے
سنا ہے اب تو وہ بھی سبحہ گرداں ہوتے جاتے ہیں

نگاہِ لطف کی تیری یہ ادنے کارسازی ہے
کہ میرے کام جو مشکل تھے آساں ہوتے جاتے ہیں

نہیں واقف ترے وحشی سے کوئی شہر میں لیکن
مگر ہاں آشنا کچھ سنگِ طفلاں ہوتے جاتے ہیں

گھٹیں جو ماہ رو صورت میں شمشیر ہلالی ہوں
بڑھے گر کچھ تو ماہِ عید قرباں ہوتے جاتے ہیں

کیا پیدا اثر ہے اسقدر اب دستِ وحشت نے
کہ اپنے جامے سے باہر گریباں ہوتے جاتے ہیں

یہاں تک تو ہماری بیگناہی رنگ لائی ہے
کہ خود اپنے کئے پر وہ پشیماں ہوتے جاتے ہیں

یہ وحشی کون نکلا آج بندِ زلفِ جاناں سے
کہ خارِ راہ سارے سنبلستاں ہوتے جاتے ہیں

بھلا کیا قدر و قیمت گوہرِ مضموں کرے پیدا
سخنور کوڑیوں کے مول ارزاں ہوتے جاتے ہیں

حسیں جنکا رواں تھا ہاتھہ ذاکر قتل کرنے کو
ہمارے کعبۂ دل میں مسلماں ہوتے جاتے ہیں

اِدھر دلمیں ترازو انکے پیکاں ہوتے جاتے ہیں
اُدھر پورے دلِ عاشق کے ارماں ہوتے جاتے ہیں

تباہی کے بہت سے اپنے ساماں ہوتے جاتے ہیں
دلِ عشاق گھو بن بن کے ویراں ہوتے جاتے ہیں

برہنہ پا جو پھرتا ہوں مرے تلوؤں میں چبھ چبھ کر
لہو میں سرخ رو خارِ بیاباں ہوتے جاتے ہیں

ملی ہے اسقدر لذت مری جاں سوزِ الفت کی
کہ اب ہر زخم پر خالی نمکداں ہوتے جاتے ہیں

ہماری آہ و زاری پر جفاؤں سے وہ در گذرے
نصیبِ دشمناں اب روزِ ہجراں ہوتے جاتے ہیں

میں صدقے آجکل قسمت بدل جانے کہ ہی شاید
وفاؤں کے کبھی سے عہد و پیماں ہوتے جاتے ہیں

گریباں دھجیاں ہوتا ہی دامن پرزے پرزے ہے
بہار آنے کو ہے وحشت کے ساماں ہوتے جاتے ہیں

یہ کسکا عکس رخ دلمیں اتر آیا شبِ ہجراں
ہمارے داغ دل مہر درخشاں ہوتے جاتے ہیں

ہماری آبلہ پائی کا صدقہ ہے خدا رکھے
لہو سے سرخ رو خارِ بیاباں ہوتے جاتے ہیں

الٰہی آج نکلا ہے کدھر سے چاند گردوں پر
شکایت پر ہماری وہ پشیماں ہوتے جاتے ہیں

تجکو فشار قبر ذرا رحم چاہیے
یہ دیکھ لے کہ کیسے غریب الوطن ہیں ہم

مقتل میں عاشقوں کے گلے سے لپٹ کر آج
شمشیر یار کہتی ہے بانکی دلہن ہیں ہم

کہتے ہیں در پہ دیکھکر عشاق کا ہجوم
کیا موسم بہار میں رنگ چمن ہیں ہم

سنبل ہے گیسوؤں کی تمہارے بندھی ہر شرط
عارض یہ کہہ رہے ہیں گل یاسمن ہیں ہم

نظریں ہمیں پہ پڑتی ہیں اغیار و یار کی
کیا بزم یار - آئینہ انجمن ہیں ہم

آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں کسی مست ناز کی
کرتے ہیں صید شیر ببر وہ ہرن ہیں ہم

بوئے کلام عطر فشاں ہر طرف ہوئی
ذاکر جو مدح گستر شاہ زمن ہیں ہم

نہ زیندم بلطف گرشہ برگدایم
بالطافت مگر امید وارم

چو بر قالو بلا از جاں فدایم
چرا تو نحن واقرب دور یابم

دمِ پیدا او دیگر دم نہاں ست
بدل خواہد کہ جانم بیقرارم

الٰہی تا کجا سنگ ندامت
دلم چوں شیشۂ مے در کنارم

گل از روضۂ لطفش چو یابی
صبا از بوئے او پرکن دماغم

رسد در گوش جوں ہمتش غفور ست
بشادی گل ذنب ہست یابم

نیارد تاب ذاکر روز ہجرت
شود روزے کہ وصلش شاد باشم

ردیف ن

وہ اپنے حسن سے گرماہِ تاباں بنتے جاتے ہیں
یہاں بھی داغ دل مہر درخشاں ہوتے جاتے ہیں

فلک پر یوں دلِ مہ جبیناں بنتے جاتے ہیں
کہ ہم محوِ جمالِ دیدِ جاناں بنتے جاتے ہیں

اگر سچ پوچھئے تو صاف باطن اسکو کہتے ہیں
یقیں یہ عہد کے سب قول پیماں بنتے جاتے ہیں

نام کی تیرے بنا رکھی ہے سمرن قاتل

ردیف م

تنگ آئے ہیں غضب گردش ایام سے ہم
بیچ جو پوچھے کوئی جیتے ہیں ترے نام سے ہم

کوئی گاہک ہے تو بیچیں اسے ادنے پونے
تنگ آئے ہیں یہاں تک دل ناکام سے ہم

تا قیامت نہ جدا لب سے کریں گے اسکو
عہد باندھے ہوئے ساقی ہیں یہی جام سے ہم

زلف پیچاں سے بچے چاہ زنخداں میں گرے
جا پڑے اندھے کوئیں میں جو چھٹے دام سے ہم

کنج تربت میں تو کچھ چین ملیگا اے مرگ
پاؤں پھیلا کے وہاں سوئینگے آرام سے ہم

دین و دنیا سے گئے دل سے گئے جی سے گئے
رہے کس کام کے ملکر بت خودکام سے ہم

محو جاناں ہیں نہ دنیا کی ہے نے دیں کی خبر
عشق میں خاص ہوئے جاتے ہیں یوں عام سے ہم

شاید اُس ماہ نے آنے کا کیا ہے وعدہ
چشم براہ جو بیٹھے ہیں سر شام سے ہم

زند ہیں توبہ شکن ہیں یہ گلابی آنکھیں -
مست رہتے ہیں نشے میں انہیں دو جام سے ہم

دل میں رہتا ہے تری زلف دوتا کا نقشہ -
کفر کے بندے ہوں پھر جائیں جو اسلام سے ہم

منتظر صبح سے ہیں شام کے وعدے کے ترے
لو لگائے ہوئے بیٹھے ہیں وہ پیغام سے ہم

پوچھتا ہے جو کوئی حال تو دیتے ہیں پتا
ٹکٹکی باندھے ہوئے بیٹھے ہیں اس بام سے ہم

ابتدا عشق کی پر لطف تو ہے اے ذاکر
ڈر رہے ہیں اسی آغاز کے انجام سے ہم

ہیں شمع یا کہ نخل چنار کہن میں ہم
فرقت کی شعلہ تابی سے دل کی جلن میں ہم

جب باندھتے ہیں ان سے محبت کا سلسلہ
تو صاف وہ یہ کہتے ہیں پیماں شکن ہیں ہم

جائیں کہاں کہ طاقت رفتار ہی نہیں
پابند ناتوانئے وحشت وطن ہیں ہم

گیسو تمہارے کرتے ہیں مجھ پر زباں دراز
کیا جانتے ہیں ساکن ملک ختن ہیں ہم

بس اے عمر سوئے عدم مجکو لیچل
یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل

نہ مانے گا ایسی پڑھی تو نے منطق
جو ہوں جمع سارے زمانے کے قابل

سنائیں نہیں حال دل اپنا کیونکر
یہ قصہ نہیں ہے سنانے کے قابل

تمہیں اور دنیا میں کوئی نہیں تھا
ہمیں گالیاں تھے سنانے کے قابل

دل زار اپنا بتوں کے لئے ہے
ستانے کے قابل مٹانے کے قابل

وہ چھپتے ہیں پردے میں اب کیوں الٰہی
ہوئے ہیں جب آنکھیں ملانے کے قابل

سکھائے ہنر ہمنے جب اُن کو ذاکر
تو کہتے ہیں تم ہو پڑھانے کے قابل

چل رہی ہے غضب انداز سے تن تن قاتل
خوب تلوار بنی چشم فسوں فن قاتل

تیری الفت نے زمانے کو بنایا اغیار
یار بھی اب تو بنے جاتے ہیں دشمن قاتل

خونِ ناحق کی شہادت یہی دیگا سر حشر
خون کے چھینٹوں سے گلرنگ ہے دامن قاتل

قتلِ عشاق سے کیا خون چڑھا ہے سر پر
آج واللہ نکھر آیا ہے جوبن قاتل

راتدن شعلۂ جانسوز نے پھونکا مجکو
آہِ سوزاں سے مرا سینہ ہے گلخن قاتل

زینتِ گنج شہیداں ہے تری تیغِ دودم
خوب سرسبز رہا کرتا ہے گلشن قاتل

بوسے پیکر سے بانو کے بڑھاتا ہے زنگ
تیر تلوار بنا جاتا ہے جوشن قاتل

ہیں پریشاں تری تلوار کے عاشق سارے
آشیانہ ہے نہ انکا نہ نشیمن قاتل

خون کے چھینٹے شہادت نہ کہیں دیں میری
تو دمِ قتل بچا لیجیو دامن قاتل

اسے تاکا اُسے مارا یہ مچایا اندھیر
زلف پر خم ہے کہ اُڑتی ہوئی ناگن قاتل

نہال ہے رشک پری شکل ہے کیا غیرت حور
کلمہ پڑھتے ہیں ترا شیخ و برہمن قاتل

مری تربت پہ لگائے ہوئے گھونگھٹ آیا
آج خورشید چھپا ہے سرِ مدفن قاتل

راتدن ذکر ہے ذاکر کو ترا دنیا میں

گریباں میں اُلجھہ کر رہگیا ضعف و نقاہت سے
اگر تارِ نظر اپنا گیا سیب زنخداں تک

ہوا داغوں سے سینہ پُر بہار ایسا مرا اکبر
کہ شہرہ اسکا جا پہونچا ہے گوشِ بلبلِ رضواں تک

ردیف ل

ہجر میں بیچین جب پاتا ہے دل
مجکو ناصح بنکے سمجھاتا ہے دل

تمنے کیا دیکھا کدورت سے اسے
نقش پا بنکر مٹا جاتا ہے دل

اُنکی آنکھیں بن گئیں دام بلا
دیدہ و دانستہ پھنس جاتا ہے دل

معدن سیماب ٹھیری اُنکی یاد
شکل بسمل مجکو تڑپاتا ہے دل

گر نہیں زلفِ مسلسل آپ کی
کون پھر کھینچے لئے جاتا ہے دل

کوچۂ زلفِ بتاں آتا ہے یاد
جب شبِ فرقت میں گھبراتا ہے دل

تمنے دو باتیں جو کیں ہنس بولکر
مثل غنچہ یاں کھلا جاتا ہے دل

آپنے کی گرما گرمی غیر سے
میرے سینہ میں پھنکا جاتا ہے دل

دیکھکر اے گلشنِ خوبی تجھے
کچھ ذرا اپنا بہلجاتا ہے دل

ملگئی کچھ ایسی میزاں حُسن سے
تیری نظروں میں تلا جاتا ہے دل

ہم منائیں اُس ذاکر کس طرح
روٹھ کر ہمسے چلا جاتا ہے دل

نہیں ناتواں آزمانے کے قابل
جفاؤں کے صدمے اُٹھانے کے قابل

یہ حسرت زدہ ہے یہ فرقت زدہ ہے
نہیں دل ہمارا دکھانے کے قابل

مقابل جو اُس رخ کے آئینہ آیا
رہیگا نہ یہ منہ دکھانے کے قابل

بفضل خدا ہے جوانی کا عالم
یہی وقت تو ہے دکھانے کے قابل

سر سبز ملک بھی ہوئے ہوگا بشر خاک
اس عشق میں کشتے ہیں بیٹھے ہیں سب لاکھ کا گھر خاک

آنسو کبھی نکلتے نہیں آنکھوں سے شب ہجر
دل جل گیا آہوں سے بچا ہوگا جگر خاک

اکسیر سے بڑھکر کرے گی اپنا عمل یہ
مرقد کی ہمارے کوئی لیجائے اگر خاک

زاہد کی نگہ میں نہ جچا وہ رخ انور
آنکھوں میں نہیں نور تو کیا آئے نظر خاک

کیوں خاک سے رغبت نہ ہو آخر تو ہمیں ہے
جب غور سے دیکھا تو ملی اصل بشر خاک

آواز اذاں سنتے ہی وہ گھر کو سدھارے
ہم اٹھے تو کیا اٹھے بھلا وقت سحر خاک

میخانوں سے بڑھکر ہے نگاہوں کا تصور
کیا کیف دکھائیگی ہمیں آتش تر خاک

اس موت نے شاہوں کو بھی مٹی میں ملایا
مدفن میں جو دیکھا تو ادھر خاک ادھر خاک

ناساز چلی ہیں نہ زمانہ کی ہوائیں
مٹھی میں نظر آنے لگا غنچوں کے زر خاک

برباد ہوئی عمر عبث حضرت ذاکر
جز بے ہنری تمکو کچھ آیا نہ ہنر خاک

قسمت نے نہ دلی میں دیا ساتھ تو ذاکر
راس آئیگا کلکتہ کا کیا تمکو سفر خاک

کسی کا خنجر سفاک آیا ہے رگ جاں تک
جنوں کا ہاتھ بڑھتا ہے تو جاتا ہے گریباں تک

بہاریں حسن گلشن کی گئیں ہمراہ بلبل کے
ہمارے ساتھ بو بنکر اڑا رنگ گلستاں تک

شہادت کو فقط مرضی نہیں ہے دست قاتل میں
رنگا ہے خون بسمل نے کسی کا آج داماں تک

اسیر عشق شاید ہی چھٹے قید سلاسل سے
خیال مرغ دل جانے لگا زلف پریشاں تک

زمیں پھونکی تو کیا پھونکی کسیکے سوز فرقت میں
نہ پھونکا شعلۂ دل نے اگر گردوں گرداں تک

لئے ہی تھے مری گردن کے بوسے تیغ قاتل نے
شہادت کو ہوا حاضر ہلال عید قرباں تک

نہیں جاتی نہیں جاتی یہ سوزش ہائے ای قاتل
نمک کا ذکر کیا زخموں پہ توڑی ہیں نمکداں تک

ہزاروں خوبرو گاہک ہیں تیرے ای گل خوبی
زلیخا کا فقط اک ہاتھ تھا یوسف کے داماں تک

ہمارے نالۂ دل نے کیا اتنا اثر پیدا
بشر کیا چیز ہے اب تو پہنچتی آہ ہے پریاں تک

محو جمالِ یار ہیں بیٹھے ہیں تربت پر مری
شیریں دہن رنگیں سخن ایک اسطرف ایک اسطرف

اُبھرے ہوئے جوبن ترے سینہ پہ ہیں یوں جسطرح
بیٹھے ہیں دو گل پیرہن ایک اسطرف ایک اسطرف

ہیں داغِ دل تاباں ادھر زخمِ جگر سوزاں ادھر
روشن ہیں دو شمع لگن ایک اسطرف ایک اسطرف

عشقِ بتاں یادِ خدا لائے ہے ذاکر یہ اثر
بیٹھے ہیں شیخ و برہمن ایک اسطرف ایک اسطرف

ردیف ق

آساں کچھ نہیں ہے کسی بیوفا کا عشق
جیتا نہ چھوڑیگا مجھے تیری جفا کا عشق

اندھیر کیوں نہ آئے ہمیں ہر طرف نظر
پیچھے پڑا ہوا ہے یہ زلفِ دوتا کا عشق

دیکھا تو ہے مجاز حقیقت کا آئینہ
ہمنے بتوں کے عشق سے سیکھا خدا کا عشق

ہر سانس اپنے تن میں ہوائے حباب ہے
اب ہم ہیں اور سامنے بحرِ فنا کا عشق

ہر دم نئی تڑپ ہے دلِ بیقرار میں
چھریاں چلا رہا ہے تمہاری ادا کا عشق

کچھ گوشِ گل تو بہرے نہ تھے بےاثر تھا کیوں
سچا اگر تھا بلبلِ نوحہ سرا کا عشق

لو کس غضب کے پیچ میں ارمان آ گئے
زلفوں نے دل میں ڈالا ہے کالی بلا کا عشق

کھنچتا یہ بے سبب نہیں معلوم ہو گیا
دیکھا تو کچھ اثر کو ہے اپنی دعا کا عشق

اُس زہد و پارسائی کا جنت ہے مدعا
حوروں کے واسطے ہے ہر اک پارسا کا عشق

آنکھوں نے میری خون کے دریا بہا دیئے
کیا رنگ لایا ہے تری رنگیں حنا کا عشق

ذاکر ہیں اور سامنے تصویرِ زلفِ یار
یہ مفت مول لے لیا کالی بلا کا عشق

ردیف ک

ردیف ف

جس طرح فوج بڑھے مد مقابل کی طرف
یوں اشارے تری مژگاں کے ہوئے دل کی طرف

آپ کمسن ہیں ابھی ڈریگا جی دھڑکے گا
دیکھو نظریں نہ پڑیں دیدۂ بسمل کی طرف

عید کا چاند بنا خنجر سفاک کہیں
اِک جہاں ہے کہ جھکا جاتا ہے قاتل کی طرف

شمع رخسار کا جلوہ نظر آیا شاید
آج پروانے اُڑے جاتے ہیں محفل کی طرف

جذبۂ دل سے اڑا جاتا ہوں میں برق صفت
خود بخود پاؤں اُٹھے جاتے ہیں قاتل کی طرف

شوق میں دید کے آئے ہیں بشر حور و پری
ایک بازار لگا ہے ترے بسمل کی طرف

سن لیا جب سے کہ عشرت کا خزانہ ہے یہی
تاکتے رہتے ہیں اب وہ بھی مرے دل کی طرف

جذب الفت ہے کہ چلتا ہوا جادو کوئی
دل پھرا جاتا ہے کیوں حور شمائل کی طرف

یوں دل زار ہے مائل تری آنکھوں پہ مرا
قیس کا شوق بڑھے جس طرح محمل کی طرف

جس طرح ہو سوئے معشوق کشش عاشق کو
تیغ سفاک کبھی آتی ہے یوں دل کی طرف

نام ذاکر کا ہے مشہور مٹینگے سب نقص
جاؤ اے اہل سخن تم اُسی کامل کی طرف

عارض نہیں جلوہ فگن ایک اسطرف ایک اسطرف
پھولے پھلے ہیں دو چمن ایک اسطرف ایک اسطرف

حلقے میں زلفوں کے نہیں رخسار ہیں شعلہ فگن
ہیں سانپ کے دونوں یہ من ایک اسطرف ایک اسطرف

ہیں داغ دل داغ جگر فرقت میں رشک گلستاں
پھولا ہے لالہ کا چمن ایک اسطرف ایک اسطرف

ابرو ادھر کھنچے ہوئے مژگاں اُدھر تنتی ہوئیں
دو تیغ زن دو صف شکن ایک اسطرف ایک اسطرف

دنیا میں کرتے ہیں بسر عقبیٰ ہے بعد مرگ گھر
اپنے تو ہیں دو ہی وطن ایک اسطرف ایک اسطرف

جوش غم جاناں یہ ہے آنکھوں سے ہے طوفاں بپا
پڑتی ہے بھادوں کی بھرن ایک اسطرف ایک اسطرف

تنتے ہوئے ابرو ترے آنکھوں کو حلقے میں لئے
دکھلا رہے ہیں بانکپن ایک اسطرف ایک اسطرف

سوجھتا کچھ بھی نہیں فرقت میں وہ اندھیر ہے
سامنے جلتی ہوئی آئی نظر دیوار شمع

روئے جاناں کی تجلی نے دیا اتنا فروغ
ہوگیا ہے آج سورج کی کرن ہر تار شمع

دوست رنگیں سے کسیکے ہوکر آئی تھی خجل
جل گئی اُف بھی نہ کی اتنی تھی غیرت دار شمع

کس نگاہ مست کا اسیر پڑا یارب اثر
لڑکھڑاتی ہے لگن میں صورت میخوار شمع

علم پروانوں کو ہے جلتے رہیں مرتے رہیں
اللہ اللہ بنگئی محفل میں کیا سرکار شمع

رو رہی ہے پرتو دندان جاناں دیکھکر
بنگئی ذاکر تمہاری ابر گوہر بار شمع

ردیف غ

الفت سے غیر کی یہ لگا ہے چمن میں داغ
بوسوں سے آگیا ترے سیب ذقن میں داغ

پھولوں کے نیل صاف ہیں رنگ مسی نہیں
کس نے لگائے ہیں لب شیریں دہن میں داغ

چوٹی میں شیخ کی نہیں موباف کی نمود
عاشق کے خون کا ہے یہ مشک ختن میں داغ

زخم جگر نے رنگ دکھایا یہ بعد مرگ
لاکھوں لگا دیے ہیں ہمارے کفن میں داغ

گلگشت کو جو باغ میں آیا وہ سرو قد
عارض کے رنگ سے ہے گل یاسمن میں داغ

کیا صاف بول چال ہے ستھرے محاورے
یکتائے دہر آج ہے رنگ سخن میں داغ

کیونکر مثال دیجئے آنکھوں سے یار کی
وحشت کا لگ گیا ہے ذرا سا ہرن میں داغ

ایجاد و اختراع تو کیا نقل بھی نہیں
ہندوستانیوں کے ہی ہر ایک فن میں داغ

تلوار بھی کمر سے جب ابجاں نہ بندھ سکی
مقتل میں کیا لگاؤ گے تم بانکپن میں داغ

خورشید و ماہ کہتی ہے جسکو تمام خلق
آہوں سے میری لگ گئے چرخ کہن میں داغ

ذاکر سے ملکے غیر کی کرتے ہو جستجو
آجائیگا حضور کے اس بانکپن میں داغ

ذاکر وہ ذکر غیر بھلائی ہم سنتے ہیں
وہ جانتے ہیں، ذاکر ہمارا بیاں فقط

نہ کھائیں تم نے رفتار سے ٹھوکر خدا حافظ — وہ چلتے ہیں زمیں پر دوڑ کر اکثر خدا حافظ
ملا ہمکو اگر یاں خضر سا رہبر خدا حافظ — تو بس طے ہو چکا یہ کوچۂ دلبر خدا حافظ
سنبھل کر قتل کرنا خون کے دھبے نہ لگجائیں — نہ آجائے کہیں دامن تہ خنجر خدا حافظ
زمین کہیئے قاتل نے بنایا آسماں مجھکو — کہ بیٹھے بیٹھے سر میں آئے سوچکر خدا حافظ
سفر ملک عدم کا ہے وفورِ ضعف ہی ہمدم — اور انبارِ گنہ رکھکر چلے سر پر خدا حافظ
سبب بتلائینگے ہمکو محبت میں تڑپنے کا — ذرا رکئے تو دست امتحاں دلبر خدا حافظ
تمہارے تشنہ کاموں کی یہ مدت سے تمنا ہے — پلادے آب خنجر آج تو بڑھ کر خدا حافظ
یہی انداز ہیں خنجر تو مشکل نہ اک آساں ہے — گلو پر چل رہا ہے آج رک رک کر خدا حافظ
یقیں ہے عید قرباں کا مزا بازار میں ہوگا — نکلتے ہیں وہ گھر سے آج بن ٹھن کر خدا حافظ
فقیرانہ دعا دیتے ہوئے جائینگے محشر میں — نکالا بزم سے تم نے مجھے بہتر خدا حافظ

خزاں پر آگئی ہے اب بہارِ زندگی ذاکر
چلی گلشن میں میری موت کی صرصر خدا حافظ

ردیف ع

پھول جھڑتے میں بنی ہے کیا پری رخسار شمع — گر رہی ہے گھر کو میرے غیرت گلزار شمع
پانی ہو ہو کر بہے سوز محبت سے مرے — جلتے جلتے ہوگئی مدفن پہ میرے اتنی زار شمع
داغِ دل داغِ جگر داغِ محبت داغِ غم — ایک عشق دلربا سے لگگئی ہیں چار شمع
آگیا شاید نظر کچھ عارض جاناں کا عکس — چاند داغی ہوگیا ہے جان سے بیزار شمع
لکھو الفت کی رسن ہے جان دیدی کسطرح — لگگئی ہے عشق پروانہ کو کیسی دار شمع

مستِ شباب ہو وہ کہیں آگئے ہمارے بے حجاب — ہاتھ لگے سے ٹوٹ جائے بندِ قبا کو کیا غرض

ایسی لسے پڑی ہے کیا ہجر میں ہو رواں وبال — باب اثر کو ڈھونڈے تیر دعا کو کیا غرض

تیغ نگہ پہ مٹ گئے بوسۂ لب سے واسطہ — کشتۂ رنگ بیخودی آب بقا کو کیا غرض

مجکو شفا کریگی کیا بسمل راہ عشق ہوں — مجھ سے دوا ہے دور دور مجھ سے دوا کو کیا غرض

رنج فراق زیاس وصل زار و نزار ہو گیا — ہاتھ ہی جب نہ اٹھ سکیں مجھ سے دعا کو کیا غرض

چھوڑا بتوں کے عشق کو اب ہے لگی خدا سے لو — کوئی کرے معاف کیوں میری خطا کو کیا غرض

محوِ جمالِ یار ہیں مستِ خیالِ یار میں — ہمسے رہے الگ الگ جور و جفا کو کیا غرض

کشتۂ یاس ہم ہیں وہ رنگِ ہجومِ بیخودی
ذاکر دل برشتہ سے تیغ ادا کو کیا غرض

ردیف ط

عنقا کی طرح مٹ گیا نام و نشاں فقط — ابتو زباں خلق پہ ہے آشیاں فقط

اک سمت دل جلا تا ہے سوزِ نہاں فقط — اک جا سلگ رہے ہیں مرے استخواں فقط

خوں ہو کے بہہ گئے مرے ارماں ہزارہا — پہلو میں رہگیا دلِ نامہربان فقط

ہجرِ پری رخاں میں یہ شدت ہے ضعف کی — بستر پہ جسم کا ہے ہمارے گماں فقط

ہے تو تھہ کی دشمن جاں ہے زمیں تک — کیونکر کہوں ہے بانی ظلم آسماں فقط

دستِ اجل سے اب بھی نالاں ہزار میں — ٹوٹا نہیں ہے دم کا مرے کارواں فقط

سب کچھ مٹا ئے ہستئے موہوم نے نشاں — ہاں اک نشانِ قبر ہے سو بے نشاں فقط

پھر زِندہ ہی کھینچتا ان ہجراوریں ہوا حشر میں — دنیا کا گور تک ہی رہا۔ امتحاں فقط

تیری زباں کی پیاری خدائی میں دھوم ہے — کچھ مدح خواں نہیں مرا ہندوستاں فقط

آہیں نہیں ہیں آتش رخ کے فراق میں — سینے سے ہم نکال رہے ہیں دھواں فقط

ر کے ساتھہ یہ ہر وقت تمہارا اخلاص
جانمن کس طرح ہمکو ہو گوارا اخلاص

ں اِدھر بھی ہو ذرا چشمِ عنایت ایجاں
غیر کے حصے میں کیا آگیا سارا اخلاص

ہو پچھتاؤ گے غیروں سے بڑھا کر اتنا
رنگ لائیگا کسی دن یہ تمہارا اخلاص

رو خنب گرچہ ہے مطلوب ہم آغوشیٔ غیر
بُتِ ترسا کبھی مجسے بھی خدارا اخلاص

امید کبھی غیر کا سر سبز نہ ہو
تم اِدھر پھینک بھی دو پھول ہزارا اخلاص

تو کیا چیز ہیں پگھلینگے نہ کیوں موم کی شکل
سنگ خارا کو بہا دیگا ہمارا اخلاص

پر مرتے ہو تم اور لگاوٹ مجھ سے
واہ صاحب یہ غضب کا ہے تمہارا اخلاص

بیوجہ نہیں ترچھی نگاہیں ظالم
کر رہا ہے کسی جانب یہ اشارا اخلاص

طف نہ عنایت نہ محبت نہ کرم
پھر بھی کیسا ہے ہمیں آپکا پیارا اخلاص

ل آپکی انگڑائی سے ہم جان گئے
کسی دشمن سے بڑھیگا یہ تمہارا اخلاص

تے جوبن کو ترے دیکھ یہ بیتاب ہوا
دلِ مشتاق نے بھی اپنا ابھارا اخلاص

خوں سے نہیں بیوجہ بڑھائی الفت
باغ جنت کا دکھائیگا نظارا اخلاص

دیکھو نازل ہوئی قرآں میں بھی یہ صورت
ذاکر ایسا ہے خدا کو بھی پیارا اخلاص

ردیف ض

ب میں آئی زلفِ یار اُسکی بلا کو کیا غرض
جائے دلِ نگار تک آہِ رسا کو کیا غرض

جہاں میں آئے کیوں غم سے مجھے چھڑائے کیوں
مجکو قضا پر اعتبار مجسے قضا کو کیا غرض

ت نگار دلفریب قاتلِ خلق بن گیا
خونِ جہاں بہائے کیوں رنگِ حنا کو کیا غرض

نگاہِ دلستاں غمزۂ تیرِ جاں گداز
چینِ جبیں یار کے ناز و ادا کو کیا غرض

تی پھرے جو کو بکو زلفِ بتاں کی لائے بو
مجکو صبا کا انتظار مجسے صبا کو کیا غرض

دلکو کیوں روکوں ترے چاہ ذقن کے عشق سے
کیا فرشتوں کو نہیں تھی چاہ بابل کی ہوس

خواہشیں بڑھتی ہی جاتی ہیں عجب اندھیر ہے
پوری ہوتی ہی نہیں دنیا میں سائل کی ہوس

صورت حق دیکھ اب وصل صنم سے ہاتھ دھو
اے دلِ ناداں بری ہے فعل باطل کی ہوس

حسرتیں گھیرے ہوئے ہیں لب نظر جاتی نہیں
پردہ دار شوق ہے اے قیس محمل کی ہوس

ہوگئے گھٹ گھٹ کے فرقت میں یہاں شکل ہلال
رنگ لائی ہے غضب اک ماہ کامل کی ہوس

بنگیا ذاکر مرا سینہ بھی رشکِ باغ خلد
دے رہی ہے داغ کیا اس ماہِ کامل کی ہوس

پہونچی جب حد کو اُس کمر کی تلاش
خاک تھی سب اِدھر اُدھر کی تلاش

ایسی معدوم تھی ملی ہی نہیں
کی نظر نے بہت - کمر کی تلاش

زلف ہوگی دعائے کلکتہ +
اتنی کالی ہوئی اثر کی تلاش

ڈھونڈتی رہتی ہیں نگاہیں دل
تیغ قاتل کو میرے سر کی تلاش

ہے عرق ریزی اپنی ناکامی
آبرو ہو گئی - گہر کی تلاش

آگیا دورِ جاہلی کیسا -
مٹی جاتی ہے سب ہنر کی تلاش

کیسے بے عقل اہل دنیا ہیں
کھوئے دیتی ہے انکو زر کی تلاش

یار کے دل سے آج میری طرح
یا الٰہی مٹے - سحر کی تلاش

اُڑکے تا پہونچے کوئی جاناں تک
نامہ بر کو ہے بال و پر کی تلاش

دیکھتے ہیں نگاہ محفل میں -
ہے نظر کو تری نظر کی تلاش

دردِ سر جائے کس طرح اپنا
سر کو ہے اُسکے سنگِ در کی تلاش

دیر و کعبہ میں پھرتے رہتے ہیں
ہمکو رہتی ہے اسکے گھر کی تلاش

مل ہی جائے گا گوہر مقصود
تم نے ذاکر یوں ہی اگر کی تلاش

ہے حسینوں کا یہ جوبن چند روز

بکھرے ہوئے وہ آتے ہیں یوں خستہ تن کے پاس
آتا ہے شیر غصہ میں جیسے ہرن کے پاس

خالِ سیہ ہے چشم بتِ سحر فن کے پاس
نافہ دھرا ہوا ہے غزالِ ختن کے پاس

آنکھیں لگی ہیں عارضِ سادہ پہ سیکڑوں
نرگس کی ہے بہار گلِ یاسمن کے پاس

آئے ہیں خضر چشمۂ حیواں کو دیکھکر
کچھ کچھ نمود خط کی ہوئی ہے دہن کے پاس

مقتل میں تیغ یار سے راحت ہوئی نصیب
سوئے ہوئے ہیں عیش سے بانکی دلہن کے پاس

سر پھوڑنے سے ہمکو جو ہو وصل یار کا
شیرینی پیکے جائینگے ہم کوہکن کے پاس

اس سیمتن کے عشق میں ہو ملک کیسے نصیب
دولت کہاں سے آئی غریب الوطن کے پاس

غلمان سنگ زن کی یہ یورش تھی بعد مرگ
پتھر پڑے ہیں آگے ہمارے کفن کے پاس

آنکھوں میں یہ بھری ہوئی مستی جہاں کی ہے
ساغر نہیں ہے سامنے پیماں شکن کے پاس

پروانے جلکے ڈھیر ہیں محفل میں آپکی
گویا بنا ہے گنجِ شہیداں لگن کے پاس

ہاں خضر تک کیواسطے سیراب کیجئے
چاہِ ذقن کو لائیے تشنہ دہن کے پاس

چھائی ہوئی ہیں کاکلیں عارض پہ یار کے
لالہ اگا ہے زلفِ شکن در شکن کے پاس

اپنی طرح سمجھتے ہیں ہر اک کو اہل درد
بلبل کی قبر ہم نے بنائی چمن کے پاس

شیدا میں زلفِ مشک فشاں پر تھا بعد مرگ
لوبان کیوں جلاتے ہیں ذاکر کفن کے پاس

گر یوں ہی زور رواں پہ ہمگی دست قاتل کی ہوس
خوں بن بنکر نکل جائیگی بسمل کی ہوس

ہوگئی فصل بہار آگیا دورِ خزاں
دل لگی نہیں رہگئی اب تو غزالوں کی ہوس

تیغ رک رک کر چھری تھم تھم کے گردن پر چلی
کیا سسک کر نکلی میرے چلبلے دل کی ہوس

خنجر خونخوار بھی رک کر چلا کھنچکر چلا
ہائے پوری ہی نہیں ہوتی ہے بسمل کی ہوس

ہیں تمھارے گنہگار ہوں ہر نیت کی رحمت
رنگ دکھلاتی ہے کیا کیا بوسۂ تل کی ہوس

وہ کیا قتل نگاہوں نے تری عالم کو — پڑے وہ بسمل ہیں یہاں پس دیوار ہنوز
نام میرا بھی لکھا دیجئے جانبازوں میں — کہ سلامت ہے ترے حسن کی سرکار ہنوز
جرم بیجرم جو ہوتا وہ عیاں ہو جاتا — کہ قلم بند نہیں ہیں مرے اظہار ہنوز
مر گئے شوقِ شہادت ہی میں عاشق یہاں — آپ کے زیب کمر ہی رہی تلوار ہنوز
جان ہونٹوں پہ مری آگئی کھنچکے ظالم — لب تک آیا نہ ترے وصل کا اقرار ہنوز
بعد مردن بھی مری قبر پہ بوئی نرگس — چشم نرا ہیں کہ رہے حسرتِ دیدار ہنوز
قدم شوق بڑھا عرش سے دو چار قدم — واں مدینہ میں رہے احمدِ مختار ہنوز
دیکھنے تجکو یہ قدرت تھی فرشتوں کی کوئی — دیکھے جب یزدِ مطلق ترا دیدار ہنوز
آگئی موت اِدھر روزِ جزا بھی آیا — چارپائی سے نہ اُٹھا ترا بیمار ہنوز

ایسے بگڑے ہیں شب وصل وہ ذاکر مجھ سے
ہوگئی صبح بھی باقی رہی تکرار ہنوز

خوبرویوں کا ہے جوبن چند روز — ہے پھلا پھولا یہ گلشن چند روز
بلبل ناداں چمن میں یوں نہ پھول — شاخ گل پر ہے نشیمن چند روز
روئے جاناں یاد آیا دیکھکر — جلوۂ وادیٔ ایمن چند روز
پھر خزاں آنے کو ہے گلزار میں — ہے جوانی اور لڑکپن چند روز
ایک دن مٹ جائیگا یہ بھی نشاں — ہے عزیزو اپنا مدفن چند روز
روئے جاناں دیکھکر بجھ جائیگا — ہے چراغ طور روشن چند روز
میکشی کا لطف ہے برسات میں — یعنے بھادوں کنوار ساون چند روز
گر ترقی پر رہا دستِ جنوں — ہے گریباں اور دامن چند روز
وصل جاناں کا میسر ہو گیا — جھک گئی تھی اپنی گردن چند روز

حضرت ذاکر سمجھ لیجے ذرا

قبر کا بھی نشان مٹتا ہے ٹھوکریں مارتے ہیں مدفن پر

حسن عارض کے دیکھنے کے لئے آئینہ ۔ آرسی ہے ۔ جوبن پر

چار تنکوں نے گل کھلائے ہیں بجلیاں لوٹتی ہیں نشیمن پر

زلف شبگوں پہ ہے گھٹا صدقے برق بیتاب شعلۂ چتون پر

زلفِ جاناں پہ مرمٹے ذاکر
دل بھی آیا تو اُڑتی ناگن پر

لامکاں ہو گئے نالے مرے موزوں ہو کر بہہ گیا اشک کے ہمراہ جو دل خوں ہو کر

نہ ملا پر نہ ملا روکشِ لیلی کا پتہ خاک صحرا میں اُڑاتا رہا مجنوں ہو کر

بلبلیں جامِ مئے عشق سے مدہوش ہوئیں فصلِ گل آئی جہاں میں مئے گلگوں ہو کر

سننے والے بھی تڑپ جائینگے اے جانِ جہاں حالِ غم لب پہ رہیگا مرے افسوں ہو کر

حسن کی عشق میں یہ نکتہ نوازی دیکھی ۔ خالِ رخ زہر کھلا دیتا ہے افیوں ہو کر

سیر کرنے کو جو آئیں نگہِ یار کے تیر زخم سینے کے کھلینگے گلِ مضموں ہو کر

حشر تک صبح کی اُمید نہیں ہے اے دل رات آئی ہے مگر گیسوئے شبگوں ہو کر

نظر آتا نہیں اُس مہرِ منور کا نشاں روز چکر میں رہا کرتے ہیں گردوں ہو کر

ہاتھ تسکین کو رکھا جو مرے سینے پر درد پہلو میں رہا اور بھی افزوں ہو کر

خونِ عشاق کی تاثیر غضب ہوتی ہے رنگ لائی تری آنکھ بھی میگوں ہو کر

ہائے نوکِ نگہِ یار غضب ہے ذاکر
دل میں بیٹھی ہے کھٹکتا ہوا مضموں ہو کر

ردیف زا

تم رہے خلق میں مشہور جفا کار ہنوز اور مجھ میں ہیں وفا کے وہی آثار ہنوز

آج ذاکر بھی چلا دیدہ گریاں لیکر

بیخودی میں جو رہا محوِ نظارا ہوکر
آگئے ہوش مرے بیچ میں پردا ہوکر

زینت حُسن نے لاکھوں کو کیا ہے بسمل
رنگ لائی ہے حنا خونِ تمنّا ہوکر

نگہِ ناز تری پھر گئی آتے آتے
رہگیا ہے دلِ بیتاب کا سودا ہوکر

رخنہ گر ہے نگہِ ناز تمہاری آہنی
چرخ چھلنی ہوا عاشق کا کلیجا ہوکر

اب کوئی دم میں بپا نوح کا طوفاں ہوگا
اشک آنکھوں میں اُمڈ آئے ہیں دریا ہوکر

رنگ لایا ہے سرِ حشر شہیدوں کا لہو
چھا گیا رخ پہ ترے سُرخ دوپٹا ہوکر

آج سفاک قیامت سرِ مقتل آئے
رقصِ مرغِ دلِ بسمل کا تماشا ہوکر

بانکپن ہوگئی ظالم ترے ابرو کی ادا
خنجرِ ناز چلا حلق پہ ٹیڑھا ہوکر

حُسن کا فردہ سمایا ہے ہمارے دل میں
خالِ رخسار رہا آنکھ کا تارا ہوکر

دہنِ یار کی تعریف جو لکھنے بیٹھے
اُڑ گیا طائرِ مضمون ہی عنقا ہوکر

نگہِ مست نے بدمست بنایا مجکو
خواب ہی آنکھوں میں آیا ہے اچنبا ہوکر

زلف بڑھ بڑھ کے تری تا بکمر آتی ہے
رہگیا کیوں دلِ عاشق کا تقاضا ہوکر

رات دن دیر میں کیوں کرتا ہے سجدے ذاکر
یو جتا بُت کو ہے اللہ کا بندا ہوکر

چشمِ خونبار ہے وہ جوبن پر
رنگ لائے ہیں اشک دامن پر

خونِ بلبل کھلا ہے گلشن پر
ہے عروسِ بہار جوبن پر

خوب آنکھوں نے کی گہر ریزی
اشک بکھرے ہوئے ہیں دامن پر

زلف عارض پہ کھا رہی ہے بل
چھائی کالی گھٹا ہے گلشن پر

شانہ کاکل میں کیا کیا اُس نے
اُڑ چلی ہے لگا کے ناگن پر

مسی مالیدہ لب پہ سرخئی پان
گویا شبنم پڑا ہے سوسن پر

خون کے لاکھوں بہائے ہمنے دریا ہجر میں
استحالہ تھا کوہکن کا ایک جوئے شیر پر

لو مجھے کھیلنے ہی داموں بیچ دو بازار میں
فائدہ گر آپ کو کچھ ہو مری تحقیر پر

کیا بلا ہی فتنہ زا ہے تیری زلفِ سحر فن
طائر دل لوٹ کر گرتے ہیں اس زنجیر پر

سو رہے ہیں کس طرح وہ ہچکیوں سے بعد قتل
ہے ندامت انکو میری لاش کی تشہیر پر

عرضِ مطلب پر جو آئے لب تو میرے ہوش
کھل کھلا کر ہنس پڑے وہ گردشِ تقدیر پر

عاشقی اِک جرم ٹھیرا ذاکر اسکے عہد میں
قتل کا فرمان جاری ہے اسی تقصیر پر

چھوڑ کر مدفن کدھر جاتے ہو کتراتے ہوئے
فاتحہ پڑھ لو مزارِ ذاکرِ دلگیر پر ✣

قبر میں جاؤنگا میں سیکڑوں ارماں لیکر
کہ ترے ظلم نے چھوڑا ہے مجھے جاں لیکر

کوئی انساں نہیں ایسا کہ نہ ہو پُر ارماں
ہم بھی دنیا سے چلے حسرت و ارماں لیکر

جب مقابل لبِ رنگیں کے وہ آئے ایجاں
رہگئے اپنا سا منہ لعلِ بدخشاں لیکر

شبِ عشرت میں مجھے رشک پری جب دیکھا
اُڑ گئے ہوش مرے تختِ سلیماں لیکر

داد رس گر نہ زلیخا کا ہوا دستِ جنوں
حشر میں جائینگے یوسف کا گریباں لیکر

عرقِ شرم سے مجھ پر نہ ہوئی کچھ تعزیر
دھو دیا صاف مرا نامۂ عصیاں لیکر

اس جہاں میں چلے آئے ہیں تمہارے عاشق
ایک حسرت زدہ دل جان پُر ارماں لیکر

مرے کاشانۂ غم میں وہ چلی آتی ہیں
زلفِ جاناں کی ادائیں شبِ ہجراں لیکر

دونوں عالم میں ملیگا نہ وفا کا سایہ
ہمکو ڈھونڈوگے چراغِ مہِ تاباں لیکر

زندگانی سے ہوئے سیر جو کچھ خضر و مسیح
حشر میں آئے تری تیغ کا احساں لیکر

یاد ہے دشت نوردی میں جو مژگاں کی خلش
رکھ لئے پاؤں میں کچھ خارِ مغیلاں لیکر

زلفِ شبگوں کے تصور میں یہ اندھیر ہوا
دل سے نکلے ترے پیکاں مرا ایماں لیکر

دیکھیں کیا اٹھتا ہے طوفان تری محفل میں

ہم نہیں ہیں کوہکن شیریں لقا
مر رہیں کیوں جا کے جوئے شیر پر

وہم صیدِ دل سے بھی نکلے پرے
کیسے ہیں تیر بلا کے تیر پر

ہو گیا ہے اُس پہ اک عالم تباہ
سیکڑوں ہی مٹ گئے تصویر پر

شوق سے طوقِ گلو ذاکر کیا
زلف کا دھوکا ہوا زنجیر کا

دل ذاکر تصدق ہو گیا شب ہائے ہجراں پر
فغاں پر۔ آہ پر۔ فریاد پر۔ حسرت پر۔ ارماں پر

ہوا جب دو ہی چٹکی میں ترا ظرف نمک خالی
ہمارے زخم دل آئے ہیں مُنہ کیا کیا نمکداں پر

پڑی ہے اہرمن سی کیا کیا لبِ نگین جاناں سے
حنا پر۔ لعل پر۔ یاقوت پر۔ خونِ شہیداں پر

شہیدِ خنجرِ نازو ادا ہوں کس پریرو کا
پس مردن مرا لاشہ اُٹھا تخت سلیماں پر

یقیں ہے نوح کا طوفاں بھی ڈوبے آب غیرت میں
اگر رکھ دوں ذرا دامان صحرا چشم گریاں پر

عجب پیچیدہ مضموں ہے سلجھنا ہو گیا مشکل
تری زلفوں کے پھندے پڑ گئے ہیں عشق پیچاں پر

رگِ گردن کے احساں سے خمیدہ ہو گئی قاتل
جڑے تعتل ہیں وہ لعل یمن شمشیر براں پر

خیالِ روئے جاناں سے وہ چمکا ہے شب ہجراں
دل پُر داغ نے پھبتی اُڑائی ماہ تاباں پر

قیامت ٹھوکریں کھاتی ہے فتنے پاؤں پڑتے ہیں
عجب انداز سے آتے ہیں وہ گورِ غریباں پر

بھرا ہے موتیوں سے دامن صحرا شب ہجراں
ہماری چشم گریاں خندہ زن ہے ابر نیساں پر

پری بھی بھیس میں آئے الٰہی موت ذاکر کی
شب بیٹھے ہیں وہ روزِ ازل سے روئے جاناں پر

ہر سبب اتنی حسرتیں میری دم اخیر پر
سنگ ہو کر رہ گیا جوہر سرِ شمشیر پر

ہے بجا بیتابی کی جدت ہے دل دلگیر پر
آئینہ بنکر لپٹ جائے گی نوکِ تیر پر

سر سے گرہ کھہ تیری تیز یئے تقریر پر
ہوش اُڑتے ہیں فرشتوں کے مری تحریر پر

بل پڑے ہیں کس لئے پیشانیے زیبا پر آج
یہ بگڑنا اے صنم کس جرم کس تقصیر پر

بلائیں لیتی ہے انکی ادا بیساختہ پن پر
جوانی چھائی ہے نام خدا اُس اُٹھتے جوبن پر

مئے گلرنگ کی سرخی کے ڈورے آج کہتے ہیں
چڑھا ہے خون عاشق کا کسیکی چشم پرفن پر

یہ ہوں عندلیب زاردن کٹتے ہیں گن گن کر
لگائے رہتے ہیں صیاد تاک اپنے نشیمن پر

ہمارے اشک ترکی آبرو بڑھنے کو ہے شاید
چنی جاتی ہے افشاں آج انکی زلف پرفن پر

قیامت ہوتے جاتے ہیں غضب رفتار کے فتنے
جوانی کی چڑھائی ہو گئی انکے لڑکپن پر

سر محشر گواہی کی ضرورت کیا ہمیں ظالم
ہمارے خون کے چھینٹے پڑے ہیں تیرے دامن پر

مسی مالیدہ لب پر پان کی سرخی یہ کہتی ہے
کسی نے رکھدیا ہے برگ لالہ برگ سوسن پر

اثر ہو کیوں نہ رگ رگ میں مرے زہر ہلاہل کا
طبیعت آگئی ہے اندنوں اک اُڑتی ناگن پر

کیا چور نگ زخموں سے سر مقتل وہ اے قاتل
کھلا ہے تختہ لالہ غرض ہر سو مرے تن پر

شہادت سے ہمیں ناکام ہی رکھا جو اے قاتل
رہیگا حشر تک خون تمنا تیری گردن پر

خدا رکھے جہاں گرتی ہے بجلی بنکے گرتی ہے
ہماری جان جاتی ہے تمہاری شوخ چتون پر

ہجوم خال کا قبضہ ہوا رخسار جاناں پر
چڑھائی حبشیوں کی ہو رہی ہے شہر لندن پر

بلا کا سامنا ہے یا الٰہی بعد مردن بھی
وہ زلفیں کھولکر آئے ہیں فاکر میرے مدفن پر

داغ تھا جو اس دل دلگیر پر
وہ بنا خورشید چرخ پیر پر

گالیاں ہی ملتی ہیں واں اے رقیب
ناز تھا کیوں بس اسی توقیر پر

اپنے خوش ہیں دیکھکر حال زبوں
غیر روتے ہیں مری تقدیر پر

حرص دنیا سے جو یاں آزاد ہیں
ڈالتے ہیں خاک وہ اکسیر پر

پڑ گیا کیا تیری چالوں کا اثر
شوخیاں بسمل میں ہیں دو دو تیر پر

حضرت دل کو بلا سید ھا جواب
اُس نے کہ بھجواے بغل تیر پر

تیر الفت اسے پرید و لب کھنچا
ہوش مانی اڑ گئے تصویر پر

ہاں خیالِ نگہِ یار دِکھا دے دل کو
بندِ شیشے میں رہا کرتی ہیں پریاں کیونکر

بار سے تارِ نظر کی بھی لچکتی ہے کمر
یہ نزاکت ہے تو نکلیں مرے ارماں کیونکر

سینے لیکر یہ دکھائے ہیں جنوں کے انداز
ملنے جاتا ہے گریبان سے داماں کیونکر

ایک دل کے لئے یہ روز کی حجت کیسی
آپ دانا ہیں بنے جاتے ہیں نادان کیونکر

سوزِ فرقت کے حرارے نے دکھایا سب کو
دلِ زنجیر کے ہو جاتے ہیں بریاں کیونکر

صاف کہہ دیجیے تمہیں حضرتِ ذاکر کی قسم
ٹوٹتے رہتے ہیں یہ وعدہ و پیماں کیونکر

ضد نہ مجھ سے اے بتِ نادان کر
وصل کی شب ہے لپٹ جا آن کر

بن گئے انجان کیسے جان کر
مجھ سے منہ پھیر لِئے مجھے پہچان کر

ماہ شوقِ دید میں شب بھر پھرا
سوئے وہ منہ پر دوپٹہ تان کر

ہیں یہ دو آنکھیں مری گنگ و جمن
خوب آبِ اشک میں اشنان کر

میکشو ہاں فصلِ گل آنے تو دو
ریشِ قاضی میں پئینگے چھان کر

وائے ناکامی نہ بر آئی مراد
وہ بگڑ بیٹھے ہماری مان کر

سچ - کیا آساں بتوں کا عشق ہے
جان و دل - ایمان و دیں قربان کر

خم کے خم زاہد اُڑا ئیگا کہیں
ساغریں توڑ ڈالا جان کر

ہو نشان ملتے پہ نوکِ تیر سے
عاشقوں کی - اپنے یوں پہچان کر

دیکھئے قاصد یہ واں کیسی بنے
میری باتیں تو گیا ہے مان کر

آج روزِ عید ہے بہرِ خدا
اپنے ہاتھوں سے مجھے قربان کر

آبرو سب خاک میں ذاکر ملی
اور تو عشقِ بتاں نادان کر

کھینچ لا جذبِ محبت سے اُنہیں
ہاں دلِ ذاکر ذرا سی جان کر

خوں میں غضب نہلایا رنگیں کفن پہنایا
مقتل میں تیغ لائی دولھا بنا بنا کر

الفت نے تیری ظالم صدمے دکھائے کیسے
فرقت نے مار ڈالا ہمکو جلا جلا کر

پھرتا ہے دربدر کیوں بیٹھ ایک ہی جگہ پر
رکھا ہے کیا بتوں میں ذاکر خدا خدا کر

کس کس کا خوں کرے گا خنجر نکل نکل کر
تیور بدل رہے ہیں کچھ وہ سنبھل سنبھل کر

آئے ہیں بن سنور کر پہلو میں عاشقوں کے
ارماں بڑھا گئی ہے کچھ اور رات ڈھل کر

آنکھوں کو اشک یکسر ویراں کیا ہے دل کو
اس گھر میں آگئے ہیں اُس گھر سے وہ نکل کر

آتش بھڑک رہی ہے سینے میں سوزِ غم کی
گردوں کو پھونک دینگے نالے ہمارے جل کر

دریا بنا دیا ہے دامن کو آنسوؤں نے
لڑکے یہ رنگ لائے آنکھوں میں میرے پل کر

تلوار سے کھیلی کیسی شفق ہے پھولی
پہونچا ہے آسماں پر عاشق کا خوں اچھل کر

آٹھوں پہر جو آنسو برسا رہی ہیں آنکھیں
طوفاں اُٹھا رہے ہیں چشمے یہ دو اُبل کر

لو تیر بن گئے ہیں نالے بھی ضبط ہو کر
چھلنی کیا کلیجہ دل کو مسل مسل کر

خورشید کو جلایا پھونکا ہے آسماں کو
گردوں پہ آہ پہونچی دل سے نکل نکل کر

چلنے میں ہاتھ بھی کچھ پاؤں کیطرح اُنکے
پہلو میں عاشقوں کے آئے مچل مچل کر

حضرت یہ کیا سمائی کعبہ کی دھن بندھی ہے
بتخانے سے چلے ہو ذاکر کدھر نکل کر

تیوری چڑھتی ہے عشاق پہ ہاں ہاں کیونکر
ہم بھی دیکھیں تو بگڑتے ہو مری جاں کیونکر

چھا گئی رخ پہ تری زلفِ پریشاں کیونکر
آگیا ہائے گہن میں مہِ تاباں کیونکر

شورِ محشر سے زیادہ ہے ترا حسنِ ملیح
ٹوٹتا ہے مرے زخموں پہ نمکداں کیونکر

سوئے عشاق کی تقدیر ترے کوچہ میں
جاگتا رہتا ہے کمبخت نگہباں کیونکر

سب کو ثابت ہوا جب تو ہی تصور میں رہا
دل میں گھر کرتے ہیں انساں کے انساں کیونکر

دل میں جو بھری تھی ہوس گرمیٔ بازار
گوہر چلے بکنے کو سمندر سے نکل کر

میں زیر زمیں سمجھا کہ ہے شور قیامت
وہ جب گیا مدفن کے برابر سے نکل کر

پچھتائی ابھی کیا ہے تو اے برق جہانسوز
تڑپیگی بہت اس دل مضطر سے نکل کر

آئینہ کو یوں ہاتھ میں لے ہر کس و ناکس
یہ قدر ہوئی دست سکندر سے نکل کر

پانی میں ترے دستِ حنائی سے لگی آگ
ہوں مچھلیاں باہر نہ سمندر سے نکل کر

یہ گرم عناں آتا ہے اب کون الٰہی
اُٹھتے ہیں شرارے دل پتھر سے نکل کر

ملت ہے صفا تیری تو روکیں مجھے رہزن
تنہا ابھی آیا ہوں بہتّر سے نکل کر

دل سے نہ گئی اپنے خلش نوک مژہ کی
یہ پھانس کھٹکتی رہی نشتر سے نکل کر

اے حسرتِ دل روز جزا دیکھ لے آ کر
یہ جاتا ہے وہ میرے برابر سے نکل کر

منزل میں فنا کی رہو خاموش نہ ذاکر
پوچھو تو کسی ہادیٔ و رہبر سے نکل کر

کیا معجزہ دکھایا ٹھوکر لگا لگا کر
محشر میں لا رہے ہو مردے جلا جلا کر

فرقت نے مار ڈالا صدمے دکھا دکھا کر
دل کو مٹا مٹا کر جاں کو گھلا گھلا کر

پروانہ بن گئے ہیں محفل میں سارے عاشق
اُس شمع پر جلے ہیں کیا لو لگا لگا کر

طوفان اُٹھائے لاکھوں وہ سنگدل نہ پگھلا
آنکھیں نچوڑ دی ہیں آنسو بہا بہا کر

اُنکی گلی میں جس دم میرا گیا جنازہ
حسرت سے دیکھتے ہیں پردا اُٹھا اُٹھا کر

فرقت میں ساتھ چھوڑا کیوں اے خیال جاناں
جاتا ہے تو کدھر کو دل میں سما سما کر

پہلو نیا نکالا یوں دل جلا رہے ہیں
غیروں سے ہیں اشارے مجکو جتا جتا کر

تن خاک میں ملایا بدلا ہے بھیس اپنا
بیٹھے گلی میں تیری دھونی رما رما کر

لب پر ہے ذکر خالق نقشہ بتوں کا دل میں
کعبے میں بُت پرستی زاہد خدا خدا کر

سرمے نے خوں بہائے غمزوں نے دلکو چھیدا
آنکھوں نے تیری ملا جادو جگا جگا کر

ذاکر نہیں لازم ہے رکھو جان سے بڑھکر
یہہ آلِ محمدؐ مع قرآنِ محمدؐ

کیا ہوا گر وہ ہوا اہلِ وفا میرے بعد
لطف کیا تم جو مسیحا نے کہا میرے بعد

جیتے جی بات نہ پوچھی یہ تماشا دیکھو
میرے ہنسنے کی وہ کرتے ہیں ثنا میرے بعد

پھرتے ہیں چین سے راتوں کو پراگندہ نقاب
ہائے کھو بیٹھے وہ سب شرم و حیا میرے بعد

نہ ملا بعد مرے چاہنے والا مجھسا
نہ رہی آپکی وہ طرزِ جفا میرے بعد

شمع رو حُسن کی زینت تھی ہمارے دم سے
کون پروانہ صفت تم پہ جلا میرے بعد

نوک ہر خار ذرا تیز رہے دشتِ جنوں
آنے والے ہیں بہت آبلہ پا میرے بعد

فائدہ کچھ بھی نہیں عمرِ خضر سے تنہا
کیا مزا ہوگا جو تو زندہ رہا میرے بعد

اُسکو لے آئیں پس مرگ بھی احباب تو کیا
مجکو کیا درد کی لائیں جو دوا میرے بعد

خونِ عاشق سے نکھر آئی غضب کی صورت
رنگ لائی ترے ہاتھوں میں حنا میرے بعد

کوچۂ عشق میں ٹھیرا نہ کوئی میرے سوا
بوالہوس کوئی رہا بھی تو رہا میرے بعد

زندگی میں تو ذرا قدر نہ کی اے ذاکر
یاد آئی ہے اُنہیں میری وفا میرے بعد

ردیف ک

یوں آئے غضبناک ہیں وہ گھر سے نکل کر
خورشید نمایاں ہوا محشر سے نکل کر

سمجھا یہ ہر اک آئے جو وہ گھر سے نکل کر
محشر پہ چلا عرصۂ محشر سے نکل کر

بازارِ محبت میں ہر اک جنس ہے ارزاں
تم دو قدم آگے تو چلو گھر سے نکل کر

وہ کشتہ ہوں گر خون چھپائے بھی ستمگر
دے نام شہادت مرا محضر سے نکل کر

افسوس رکا ہائے غضب شوقِ شہادت
بار آگئی کیوں بیچ میں خنجر سے نکل کر

اور رنگ روئے یار سفید و سیاہ و سرخ

پوشاک پہنکر جو گیا غنچہ دہن سرخ
لالہ کا بہا خون نظر آتا ہے چمن سرخ

محشر میں بتادینگے تجھے اے بتِ سفاک
لائیگا نیا رنگ مرا رنگ کفن سرخ

کیا ہوگا مقابل لبِ پاں خوردہ سے انکے
بس یوں ہی سنا کیجئے ہے لعل یمن سرخ

کیا رنگ ہے یاقوتِ یمن کھاتا ہے ہیرا
اتنا ہے مری جان ترا سیب ذقن سرخ

ٹوٹے ہوئے پیکاں دلِ پُرخوں میں پڑے ہیں
ہوتا ہے زمانہ میں شہیدوں کا وطن سرخ

ہے عکس فگن آج یہ کس کا گلِ عارض
لالہ کی طرح ہو گئی ہر شاخِ سمن سرخ

کیا رنگ جوانی نکھر آیا ہے غضب کا
ملبوس تو کیا چیز ہے سارا ہی بدن سرخ

بکھری ہوئی زلفیں ہیں جو آنکھوں پہ کسیکی
پیدا ہوئے تاتار میں لو دیکھو ہرن سرخ

اعجاز دکھائے لبِ رنگیں جو کسی کا
ذاکر نظر آنے لگے سب رنگِ چمن سرخ

ردیف د

اللہ عجب رتبہ ہے اور شانِ محمدؐ
ہر آیتِ قرآن ہے ثنا خوانِ محمدؐ

دی عظمت و ذیشاں ہے ایسا درِ دولت
جبریلؑ بنے بیٹھے ہیں دربانِ محمدؐ

ایمان کے پھولیں شجرِ دین میں بوٹے
یارب رہے سرسبز گلستانِ محمدؐ

معراج میں پہونچے ہیں پرے عرش بریں سے
وہ رتبہ تھا خالق بنا خواہانِ محمدؐ

گر سورۂ واللیل ہے زلفوں کی ثنا میں
والشمس ہے وصفِ رُخِ تابانِ محمدؐ

اے بیخودیِ شوق ذرا ہوش میں آجا
چھٹ جائے سرِ حشر نہ دامانِ محمدؐ

اے دل میں کہوں کیا کہ محمدؐ کی ہے کیا شان
اللہ کی ہر شان ہے شایانِ محمدؐ

اللہ نے بخشا ہے عجب رتبۂ عالی
خود خالقِ اکبر ہے ثناخوانِ محمدؐ

بناکی جاؤں وہاں شکل قصہ خواں کی طرح
بیان درد کروں اُن سے داستاں کی طرح

غرور حسن پہ ہے اے گل تجھے دوزہ ہے
بہار حُسن یہ اڑجائیگی خزاں کی طرح

تمہیں پہ ہم تو فدا ہیں تمہیں پھرتے ہیں
تمہیں کو رکھتے ہیں سینہ میں اپنی جاں کیطرح

کدھر کو جائیں الٰہی فلک کے ہاتھوں سے
یہ سر پہ ہر گھڑی رہتا ہے سائباں کی طرح

دقیقہ کونسا باقی ستمگری کا رہا
جو ہمسے پوچھتے ہیں آپ مہرباں کی طرح

الٰہی ایک ہے خنجر اور دُود و تیر
اشارے آنکھ کے چلنے لگے زباں کی طرح

یقیں ہے کہ رسائی ہو کان تک اُن کے
اُڑا لے آج موذن مرے فغاں کی طرح

کہاں بچاؤں الٰہی دل و جگر اپنے
نگاہیں سینہ پر آنے لگیں سناں کی طرح

ہوا ہوں عشق بتاں میں شہید میں ذاکر
جگر کے پار ہوئی ہے نظر سناں کی طرح

ردیف خ

گل ہیں کھلے ہزار سفید و سیاہ و سرخ
ہے باغ پر بہار سفید و سیاہ و سرخ

شب کا ظہور رنگ شفق ماہ کی ضیا
نظروں میں ہے بہار سفید و سیاہ و سرخ

جب عکس زلف و رخ مے گل رنگ میں پڑا
تھا ساغر نگار سفید و سیاہ و سرخ

مہندی کی مچھلیوں میں ہے کیا خال کی نمود
ہے رنگ دست یار سفید و سیاہ و سرخ

گھونگٹ میں زلف - زلف میں موتی پروے ہیں
واللہ ہے کیا بہار سفید و سیاہ و سرخ

تو عشق رُو و زلف سے یہ رنگ ہو گیا -
اپنا ہے جسم زار سفید و سیاہ و سرخ

آنکھیں زمانہ لاکھ دکھائے مگر کہاں
جیسے ہے چشم یار سفید و سیاہ و سرخ

ہے چشم بتاں کے عشق میں یاں تک بہے ہیں اشک
ہیں دشت و کوہسار سفید و سیاہ و سرخ

ذاکر خدا بچائے کہ نکھری ہے زلف بھی

اُنکی گردن میں تصور ہاتھہ ہوں
میری اُن کی اس طرح تصویر کھینچ

فاتحہ کو آئے ہیں تربت پہ وہ
لائی خاکِ عاشقِ دلگیر کھینچ

ہے مرا طرزِ بیاں شکرفشاں
دل جہاں کے اے لب تقریر کھینچ

اِک جہاں کو اس طرح بسمل بنا
تیر پر ہر صورتِ نخچیر کھینچ

سب حسیں پہچان لیں عاشق مجھے
میرے ماتھے پر خطِ تقدیر کھینچ

عاشقوں کے دل تری مٹھی میں ہوں
زلف کی زنجیر سے جاگیر کھینچ

کھینچ کر آ جائے نہ جانِ عاشقاں
یوں سرِ مقتل نہ تو شمشیر کھینچ

وہ چلے آئیں کلیجہ تھام کر
آج ذاکر آہ پُر تاثیر کھینچ

ردیف ح

کھٹک رہی ہیں آج عنادل کے سر بھی پر کی طرح
سنا گیا کوئی اُڑتی ہوئی خبر کی طرح

نگاہ کج تھی مگر باتیں بھی ہیں اب ٹیڑھی
زباں بھی پھر گئی کچھ آپ کی نظر کی طرح

یہ دیکھو ناوکِ جاناں سے جان آئی ہے
کہ اُنکا تیرِ نظر دل میں ہے جگر کی طرح

مری نگاہ میں ملکِ عدم کا نقشہ ہے
بسی ہوئی مری آنکھوں میں ہے کمر کی طرح

کلیجے تھام کے آنے لگے حسیں سارے
اُبھار ہے مرے نالے میں کچھ اثر کی طرح

زمانہ بھر میں ہو مشہور کیوں نہ ہر جائی
کہ پھرتے رہتے ہو راتوں کو تم قمر کی طرح

ذرا تو صبر کر اے شوق ابھی لڑکپن ہے
ہے قدِ یار ابھی سرو بے ثمر کی طرح

خدا کی شان وہ ہونٹوں میں آئی شیرینی
تمہاری گالیاں کھاتے ہیں ہم شکر کی طرح

محبت اُنکی جہاں میں نہ چھپ سکی ذاکر
یہ بات پھیل گئی ہر طرف خبر کی طرح

کس روئے منور نے دکھایا ہے اثر آج — گھبرائی ہوئی پھرتی ہے آنکھوں میں نظر آج
آہِ دلسوزاں کا نیا ہے یہ اثر آج — خورشید سے پہلے نکل آیا ہے قمر آج
پہونچی کہیں غصہ سے تمہاری ہی نظر آج — کیوں خوف سے تھرّاتا ہے خورشید سحر آج
کیا ضد میں مارے ہیں کہ قیامت ہوئی برپا — اتنی تھی فقط بات ادھر کل ہے ادھر آج
دشمن کے وہ ہمراہ گئے سیر کو تنہا — اچھا ہوا اپنا بھی عدم کو ہے سفر آج
یارب ہو مزا اگر ہوں دعائیں مری مقبول — باندھے ہوئے ہاتھوں کو چلا آئے اثر آج
میں جاوڑی بازار کے سب بُت مرے دلیں — بت خانہ بنا رکھا ہے اللہ کا گھر آج
کہیئے تو ذرا قتل کا کس کے ہے ارادہ — تلوار یہ کی آپنے کیوں زیب کمر آج
یہ تند نگاہی ہے کہ شمشیر دو پیکر — زخمی ہے اگر دل تو ہے مجروح جگر آج
اس گنبدِ افلاک میں کیا آگ لگے گی — اُڑتے ہیں تری برق نگاہوں سے شرر آج
للچائی ہوئی جاتی ہیں ابروئے بتاں پر — نظریں مری کرنے لگیں کعبہ کا سفر آج
مسجد کی عوض لیتے ہیں مے پیر مغاں سے — اک جام پہ یوں رہن ہے اللہ کا گھر آج

میخانہ کا دروازہ کہاں حضرت ذاکر
بیوجہ چلے آئے ہو بھولے سے کدھر آج

ردیف چ

درد فرقت کی مرے تصویر کھینچ — کلک مانی کھینچ لے اک تحریر کھینچ
شور محشر ہو بپا آواز سے — دستِ وحشت عرش کی زنجیر کھینچ
نوکِ پیکاں سے ہے جاں اٹکی ہوئی — چارہ گر دل سے مرے تیر کھینچ
اے قلم مضموں نئے چوٹی کے ہوں — نقشۂ نازِ بتِ بے پیر کھینچ
ہاتھ کچا کرنے ہو پیراہن مرا — اے جنوں اب دستِ دامنگیر کھینچ

مجھے خاموش کرنے کے اشلوے غیر سے کیوں ہیں
ابھی پوشیدہ کرتے ہو کبھی اظہار کیا باعث

ہجوم آرزو سے کیا اُسے رستہ نہیں ملتا
گلے پر رُک گئی ہے تیغ جوہر دار کیا باعث

کسی نے خواب میں بوسے لیے ہیں اے گلِ خوبی
نظر آتے ہیں پژمردہ سے کیوں رخسار کیا باعث

خطا کیا ہو گئی ذاکر سے بگڑے اس قدر کیوں ہو
جبیں پر بل بھری چتون ہے اے سرکار کیا باعث

عشاق کی رہے جو تمنائے سر عبث
سجدے کے واسطے ہے تراسنگ در عبث

تسکیں نہیں تھی فرقتِ جاناں میں ایک پل
بیتاب کرنے آیا ہے دردِ جگر عبث

دیکھیں گے اپنے گوشۂ دل میں جمالِ یار
دیر و حرم میں ڈھونڈتی ہے کیا نظر عبث

موہوم اس قدر ہوئی معدوم ہو گئی
پیکِ نظر تلاش کرے کیا کمر عبث

ابروے یار - دل پہ لگا ہا نہ کوئی وار
کھنچ کھنچ کے تیغ رہ گئی کیوں بال بھر عبث

آ بتکدے میں کوچۂ جاناں کی سیر کر
کعبے کی سمت کرتا ہے زاہد سفر عبث

خورشید کو بھی تابِ نظارہ نہیں رہی
پہلو میں کیوں چمکتا ہے داغِ جگر عبث

آخر میں ترش رہتا ہے میٹھے کا ذائقہ
دشمن سے ہو رہے ہیں وہ شیر و شکر عبث

بڑھتے ہی یاس نے جگر و دل مٹا دیئے
بجلی سی کوندتی ہے وہ برقِ نظر عبث

دل میں بتوں کی یاد نظر میں بتوں کی شکل
پھوڑینگے جا کے کعبہ میں پتھر سے سر عبث

دل سے نکل کے جائینگی آہیں کہاں کہاں
پھر نکلا ہے آہ نے غمِ جاناں کا گھر عبث

پروانوں کے نہ سوزِ جگر کی ہوئی خبر
جلتی رہی ہے شمع یہ کیوں رات بھر عبث

دیدارِ یار دل میں ہے دیکھو جو غور سے
ذاکر یہ سجدوں میں ہے گیا درِ دیر عبث

ردیف ج

رخِ زیبا سے یہ ہٹتا ہی نہیں اے ذاکر
خوب کرتا ہے یہ پریوں کا نظارا گھونگٹ

عاشق کا دم الٰہی نہ جائے کہیں الٹ — آتے ہیں قتل گاہ میں وہ آستیں الٹ
عشاق بہرِ دید کھڑے ہیں ہزارہا — چلمن تو آج در سے ذرا مہ جبیں الٹ
اے آہِ رخنہ گر مجھے صرصر کا کام دے — اُس نوبہارِ حُسن کا برقعہ کہیں الٹ
آئے شبِ وصال کے بدلے شبِ فراق — یارب نصیب اپنا نہ جائے کہیں الٹ
پھر دیکھیں آفتابِ تجلی کی گرمیاں — گھونگٹ تو اپنے چہرے سے پردہ نشیں الٹ
نظارہ برقِ طور کا دنیا نہ دیکھ لے — دل سے نکل کے آہ نہ جائے کہیں الٹ
نظریں پھری ہوئی ہیں کسی رشکِ ماہ کی — اللہ آج جائے نہ عرشِ بریں الٹ
اے آہ بعدِ مرگ دکھا دے ذرا اثر — چکر میں آسمان ہو۔ جائے زمیں الٹ

ہاں جذبِ دل سے یار کو تم کھینچتے تو ہو
ذاکر تمہارا جائے نہ جادو کہیں الٹ

ردیف ث

کبھی الفت کبھی نفرت ہے ہم سے یار کیا باعث — کبھی غمخوار ہوتے ہو۔ کبھی بیزار کیا باعث
الجھتے ہو سلجھتے ہو جھجکتے ہو سنبھلتے ہو — خلافِ وضع باتیں ہیں ہم رفتار کیا باعث
تمہارا کیا بگڑتا ہے ہماری بات جاتی ہے — دمِ اقرار بھی کرتے ہو تم تکرار کیا باعث
تمہارے ناز کا انداز کا ترچھی نگاہوں کا — ہمیں پر چلتا رہتا ہے سبھی کا وار کیا باعث
مثالِ کاکلِ پیچاں ہیں تیری باتیں یہ پیچیدہ — نہیں کھلتے نہیں کھلتے کبھی اسرار کیا باعث
الٰہی یہ نزاکت اُنکی ہے یا سخت جاں میں ہوں — کہ رگ رگ کے گلے پر چلتی ہے تلوار کیا باعث
نہیں گر حضرتِ یوسف تم اگر جلوہ فرما ہو — پڑا ہے سرد سارا مصر کا بازار کیا باعث

آہ نکلی ہی تھی ہونٹوں سے کہ وہ آ پہونچے
دیکھ لی میری دعاؤں نے اثر کی صورت

چھلنی چھلنی نہ کرو مشق سے تب ہی کہنا
کچھ گئی ہے ترے تیروں کو جگر کی صورت

خوں میں تر ہی کیا چاک گریباں گل نے
کٹ گئے کیا سر بلبل نہ کہیں پر کی صورت

جی نہیں لگتا مرا خلد کے بازاروں میں
نقش دل پر ہے کس رشک قمر کی صورت

دیکھ لیں وہ کہ ہے کس کے رخ رنگیں پہ بہار
آئینہ دیکھ کے دیکھیں گل تر کی صورت

ناتوانی کا یہی ہجر میں گر زور رہا
صاف ہو جاؤں گا میں انکی کمر کی صورت

زندگی کا شی ہو جائے گی ہمکو دوبھر
خلد میں گر نظر آئی نہ بشر کی صورت

ہمنے حوران بہشتی میں نہ پائے ترے ناز
باغ جنت میں نہ دیکھی ترے گھر کی صورت

مجکو مارا ہے غریب الوطنی نے ذاکر
مدتیں گزری ہیں دیکھی نہیں گھر کی صورت

بے ریاضت نہیں ملتی ہے کسی کو ذاکر
حور جنت کی بنی سکۂ زر کی صورت

ردیف ٹ

دل کے لینے کو یہ کرتا ہے اشارا گھونگٹ
اللہ اللہ غضب کا ہے تمہارا گھونگٹ

کہکشاں ہے تری پر نور جبیں کی افشاں
اور ہے عقد ثریا یہ دل آرا گھونگٹ

کیوں نہ بھیجیں نگاہیں ہوں نظر بازوں کی
حسن کے پردہ کا پردہ ہوا سارا گھونگٹ

وصل کی شب یہ قیامت کا ہے پردہ ظالم
مار ڈالے گا ہمیں یہ ستم آرا گھونگٹ

خلد میں حوروں کو غش آنے لگیں گے پیہم
کہیں اٹھ جائے نہ چہرے سے خدارا گھونگٹ

حسرت دید ہے جاں ہونٹوں پہ آ ٹھیری ہے
دیکھ میدید الٹ را تو خدارا گھونگٹ

تاکتے رہتے ہیں در پردہ دل عاشق کو
ترچھی نظروں کو تو دیتا ہے سہارا گھونگٹ

حسن کی ہوتی ہے پردہ سے دوبالا زینت
اس لئے ناز سے اس گل نے سنوارا گھونگٹ

سخت جانی یہ دکھاتی ہے اثر آپ سے آپ
تیغ قاتل سے نکلتے ہیں شرر آپ سے آپ

عارضِ صاف سے سحر کی ہیں وہ زلفیں شبِ وصل
مہر دہ نکلا وہ ہوتی ہے سحر آپ سے آپ

بزمِ دشمن میں نہ تھے شب تو کہاں تھے دہاں
کیوں یہ کیا ہے جھکی جاتی ہے نظر آپ سے آپ

اس گلِ باغ جوانی پہ کریں گے صدقے
غنچے مٹھی میں ہیں لئے بیٹھے ہیں زر آپ سے آپ

شہرتِ حسن اگر ہوتی نہ ان کو منظور
چرخ پر پھرتے نہ یوں شمس و قمر آپ سے آپ

فیصلہ ہوگا تری تیغ دو سر کے ہاتھوں
کہ خفا بیٹھے ہیں دل اور جگر آپ سے آپ

یا الٰہی وہ حسیں کون ہے جس کی خاطر
چلے ہیں ملکِ عدم کو یہ بشر آپ سے آپ

شامِ فرقت میں مرے نالے کرینگے اندھیر
وہ قمر گھر سے نہ آیا جو ادھر آپ سے آپ

خود بخود دل کو ہوا ہے تری زلفوں کا خیال
ہوگئی کالی بلا یہ مرے سر آپ سے آپ

آگے رسوائی ہے ذلت کے نشاں ہیں پیچھے
ہے نشہ حسن لئے ہمکو یہ فرآپ سے آپ

ہم تو اس جذبِ محبت کے ہیں قائل ذاکر
نالۂ نیم شبی کا ہوا اثر آپ سے آپ

ردیف ت

کیا بنائی ہے خدا نے بھی بشر کی صورت
ماند جس سے ہوئی جاتی ہے قمر کی صورت

رشکِ آئینہ ہے اُس رشکِ قمر کی صورت
کہ ادھر سے نظر آتی ہے اُدھر کی صورت

تو وہ گل ہے کہ حسینانِ چمن لائے ہیں نذر
زرِ گل غنچوں کی مٹھی میں ہے زر کی صورت

مدتوں بعد شبِ وصل الٰہی آئی
تا قیامت نظر آئے نہ سحر کی صورت

آنکھ سے آنکھ ملاتے ہی گئے دل ایسے
خود چلے آئے مرے دل میں نظر کی صورت

نہ لگا باغِ ارم میں ترے بیمار کا دل
پھر گئی آنکھوں میں کوئی گلِ تر سے گھر کی صورت

بے کمالی نے زمانے میں بٹھایا سکہ
نظر آتی ہے کہاں اہلِ ہنر کی صورت

اک جہاں بے چین ہے مرتا ہے اسکی چاہ میں
سنہ لگی چھٹتی نہیں واللہ یہ کافر شراب

اڑتے پھرتے ہیں ہوا خواہی میں تیری رات دن
بنگئی ہے طائرِ ہوش و خرد کا پر شراب

ہوش کو بھی بزم میں ہو دخل یہ ممکن نہیں
پاسباں کی شکل بن بیٹھی ہے تیرے گھر شراب

بیخودی میں صاف کہتا ہے تصور وصل کا
ہجر جاناں میں بنی جاتی ہے تو خنجر شراب

جھوم کر آتی ہے ذاکر آج متوالی گھٹا
جلد لا ساقی برنگِ لالۂ احمر شراب

پھرایا سر بہت اچھا بہت خوب
نصیحت گر بہت اچھا بہت خوب

ہو سنگِ در بہت اچھا بہت خوب
ہمارا سر بہت اچھا بہت خوب

تری ترچھی نظر ہے زندگانی
ہوئی دو بھر بہت اچھا بہت خوب

پھرایا در بدر کیا مجھکو ظالم
دلِ مضطر بہت اچھا بہت خوب

وفاؤں پر جفائیں کر رہے ہو
مرے دلبر بہت اچھا بہت خوب

ہمارے دل کا یا زاہد کے سر کا
بنے ساغر بہت اچھا بہت خوب

بہانہ ہمسے تھا دشمن کے گھر پر
رہے شب بھر بہت اچھا بہت خوب

بلا سے تیری سنبھالا ہمارے
بنے دم پر بہت اچھا بہت خوب

تمہاری تیغ سے سر بنگیا ہے
گلِ احمر بہت اچھا بہت خوب

ترے ٹوٹے ہوئے پیکاں بھی دلمیں
بنے خنجر بہت اچھا بہت خوب

قیامت میں بھی تم مجھسے کھنچو گے
بہت بہتر بہت اچھا بہت خوب

بنی ہیں برچھیاں ٹیرھی نگاہیں
چلیں دلبر بہت اچھا بہت خوب

بتوں کا اب تو بارِ عشق ذاکر
لیا سر پر بہت اچھا بہت خوب

ردیف ب

حضرتِ ذاکر چلو آنکھوں کا میلا ہو گیا

ردیف ب

قسمت کہاں ہے ایسی مری اور کہاں نصیب
تیرا وصال ہو جو بت دل ستاں نصیب

تربت سے ہم لپٹ کے نہ کیوں سوئیں ہجر کو
مر مر کے مشکلوں سے ہوا یہ مکاں نصیب

ہر بات میں ہے جھوٹ تو ہر قول میں دروغ
تقدیر سے ہوئی تمہیں جھوٹی زباں نصیب

ہر ایک بات پر مری کہہ دیتے ہیں نہیں
منہ کو کبھی نہ اُنکے ہوا لفظ ہاں نصیب

مارا ہے انتظار نے میرے مزار پر
نرگس کے پھول بونا جو ہوں باغباں نصیب

اُنکے خموش رہنے کا یہ ہی جواب ہے
اقرار جب کریں کہ اُنہیں ہو دہاں نصیب

اُنکے چہ زنخداں پہ دلِ زار مر مٹا
تقدیر سے ہوا اُسے اندھا کنواں نصیب

میں اور وصلِ یار زہے بخت سازگار
ایسے بھلا کہاں تھے مرے مہرباں نصیب

چلو ہی میں انڈیل دے میرے تو خم کا خم
ساغر اگر مجھے نہیں پیرِ مغاں نصیب

ظاہر نہ کی خلش کبھی پیکانِ یار کی
دل سا ہمیں کبھی نہ ہوا رازداں نصیب

ذاکر کے گھر پر آج وہ بھولے سے آ گئے
شکرِ خدا ہے ورنہ تھے ایسے کہاں نصیب

روز دیتی ہے مرے سر کٹنے چکر شراب
دیکھئے تو ہو گئی ہے کس قدر خودسر شراب

تم نہ ہو گر پاس تو پھونکے ہمارا جسم و جان
سوزِ دل سے بنکے بنجائے ابھی اخگر شراب

بہکی بہکی آ کے باتیں کر رہا ہے مجھسے وہ
نامہ بر آیا ہے اُنکا کیا کہیں پیکر شراب

ایک چلو سے مجھے جھوٹوں نہ پوچھا آپنے
دشمنوں کو دیتے ہو ساغر پہ ساغر بھر شراب

تھے وقت میکشی چھڑکی نہ میری قبر پر
ڈالتے ہیں خاک پر مزار تو اکثر شراب

تو نہیں دیتا نہ دے پیرِ مغاں پروا نہیں
خلد میں دینگے ہمارے ساقیِ کوثر شراب

حشر میں کھنچتا ہے بیداد کا نقشا کیسا
دیکھنا تم بھی کہ ہوتا ہے تماشا کیسا

عرق شرم ہی کافی ہے جو غیرت آئے
ڈو بنا جبکہ ہے منظور تو دریا کیسا

دیکھنے والوں سے انداز نہیں چھپ سکتے
اُنکی صورت مری آنکھوں میں ہے پردا کیسا

یوں ہوا کرتا ہے دنیا میں عروج کمظرف
دیکھ جھک جھک کے ملا جام سے مینا کیسا

شہرۂ قتل پہ مرے ہے تجاہل اِتنا
مجھے کہتے ہیں زمانہ میں ہے چرچا کیسا

عدم آباد بسانے لگے مرنے والے
تیرے بیمار بھی لیتے ہیں سنبھالا کیسا

اے زہے بخت وہ فرمانے لگے غیروں سے
کیوں جی ذاکر ہے مرا چاہنے والا کیسا

چشمِ گریاں سے مری طوفان پیدا ہو گیا
اشک جو ٹپکا سرِ مژگاں سے دریا ہو گیا

وصل کی شب جب کہا میں نے کہ یہ کیا ہو گیا
طعن سے کہنے لگے تیرا کلیجا ہو گیا

مہندی مل ملکر بہایا عاشقوں کا تمنے خون
آخرش رنگِ حنا خونِ تمنا ہو گیا

سرد مہری نے وہ مقتل میں دکھائیں گرمیاں
جم گیا خنجر پہ تیرے خون ٹھنڈا ہو گیا

بڑھ گئی ہیں اور بھی بیتابیاں دیدار سے
دردِ دل دردِ جگر درماں سے دونا ہو گیا

میرا دل لیکر بڑھی ہے کس قدر دنیا میں قدر
نام عالم میں ترا زلفِ چلیپا ہو گیا

ضعف اتنا ہے کہ میں تیری گلی میں بیٹھکر
اُٹھ کہاں سکتا ہوں اب نقشِ کفِ پا ہو گیا

اُس گلِ خوبی نے جب کندھا دیا بعدِ مرگ
پھول سے بھی بڑھکے کچھ ہلکا جنازا ہو گیا

دیکھتے ہیں ہم جمالِ روئے روشن ہر گھڑی
تیرا پردا بھی مری آنکھوں کا پردا ہو گیا

واہ کیا کہنا کیا ہے حُسن کو حلقہ بگوش
کان کے بالوں سے کیا جوبن دوبالا ہو گیا

رات دن دل میں رہی نوکِ نگاہِ دلستاں
اک کھٹکنے کو مرے پہلو میں کانٹا ہو گیا

چار چلے بڑھ گیا ہے قتلِ عاشق سے لہو
اب خدا رکھے ترا جوبن سوایا ہو گیا

ظلم کرنے میں ہیں ساتوں آسماں کے وہ شریک

خرمنِ صبر جلاتے رہے کب تھا معلوم — آتشِ رُخ کو ترے ہمنے تماشا جانا
کچھ نہ کچھ اس میں بھی لکھا ہے خدا نے ظالم — خطِ قسمت کو کہیں آپنے کورا جانا
جیتے رہتے ہیں سہارے سے اسی کے ذاکر — غمِ جاناں کو شبِ ہجر مسیحا جانا

ابھی تو پہلی ہی منزل ہے جنوں کی ذاکر
عشق کو آپنے اے مردِ خدا کیا جانا

جلے سوزِ فراق میں سب تن من کہیں آہ رسا کو اثر نہ ملا
پھرے گردوں گردوں ہم گرداں کسی برج میں رشکِ قمر نہ ملا
مرے دردِ جگر کی کرے جو دوا کوئی ایسا جہاں میں بشر نہ ملا
پھری ڈھونڈتی چار طرف گردوں مری آہِ رسا کو اثر نہ ملا
تجھے ڈھونڈا ملا نہ ہمیں تو کہیں گئے فرش سے تا سرِ عرش بریں
پھرے سارے جہاں میں ہم ہر سو ترا گھر نہ ملا ترا در نہ ملا
تری شکل و شمائلِ نورِ خدا تری ذات صفات ہے صلی علیٰ
گئے دونوں جہاں یہ نظر سے گذر تری شان کا کوئی بشر نہ ملا
بہا خون یہ رنگ حنا کی طرح - کٹی عمر تمام صبا کی طرح
بجز ایک فراقِ جمالِ بتاں مجھے باغِ جہاں میں ثمر نہ ملا
ملا عشقِ بتاں میں یہ ہمکو ثمر - لگا تیرِ نظر گئے جی سے گذر
وہ تڑپ تھی کہ عمر تمام ہوئی ذرا چین بھی دردِ جگر نہ ملا
مجھے چین نہیں ہے خدا کی قسم - مرا ہجر میں آیا لبوں پہ دم
ملے جس سے شرابِ وصالِ صنم کہیں ایسا کوئی ہنر نہ ملا

کہوں کس سے میں ذاکرِ خستہ جگر مرے پہلو میں خار ہیں آٹھ پہر
پھرا گلشن گلشن ڈھونڈتا میں وہ شجر نہ ملا گلِ تر نہ ملا

چسکا پڑا ہے خونِ تمنا کی چاٹ کا — نشتر مچل مچل کے رگ جاں میں رہ گیا
قائل خدا کا ہو کے بتوں کا نہیں ہوا — نقصاں ذرا سا شیخ کے ایماں میں رہ گیا
لکھا گیا نہ شعر میں خالِ بتاں کا وصف — نقطہ یہ ایک سارے ہی دیواں میں رہ گیا

ذاکر نگاہ ضعف سے رخ تک نہ جا سکی
تارِ نظر الجھ کے گریباں میں رہ گیا

فرقتِ جاناں میں وہ رونے کا ساماں بڑھ گیا — نوح کے طوفان سے اپنا آج طوفاں بڑھ گیا
لے مبارک ہو جنوں وحشت کا ساماں بڑھ گیا — پھر بہار آئی مجھے شوقِ بیاباں بڑھ گیا
مینے پوچھا کیا دماغ اے آفتِ جاں بڑھ گیا — پھیر کر آنکھیں لگے کہنے کہ ہاں ہاں بڑھ گیا
بوستاں سعدی کی رکھتا ہوں بغل میں ہر گھڑی — عشق گلرویاں سے یہ شوقِ گلستاں بڑھ گیا
اے جنوں بخیہ گری میں عمر ساری کٹ گئی — چاکِ داماں جب سیا چاکِ گریباں بڑھ گیا
رات دن اپنے تصور میں رہا حسنِ ملیح — اور زخمِ دل کی سوزش کو نمکداں بڑھ گیا
چاہ میں ہیں غرق وہ۔ جلتا ہے سوزِ غم سے یہ — عشقبازی میں فرشتوں سے بھی انساں بڑھ گیا

بلبلِ شیراز ذاکر دیگا اب دادِ سخن
شعر کہنے میں بہت کچھ اب تو ہاں بڑھ گیا

ساری دنیا کو برا آپ کو اچھا جانا — ہمکو افسوس کہ تمنے نہ اپنا جانا
یاد آتا ہے وہ رہ رہ کے شبِ وصل ترا — ایک بوسہ پہ جھجک کر وہیں شرما جانا
مار رکھے گا یہ اک روز خیالِ گیسو — سہل کچھ یار دو نیں کا سے کا کھلانا جانا
دم لبوں پر ہے غمِ ہجر بتاں سے اپنا — منتظر تیرے ہیں اے موت ذرا آنا جانا
واہ کیا ذہن رسا کی ہے صفائی تیری — اک اشارے میں ہر اک بات کی تہ پا جانا
نہ رہی ہے نہ رہیگی تو کسی کی ہو کر — ہمنے انداز ترا دولتِ دنیا جانا
خوش ہو تو ہے آساں صاحبِ محبوب — عقل اور ہوش کو اک بیچ کا پردا جانا

مدت ہوئی کہ بہہ گیا آنکھوں کی راہ سے
کیا جلنے حال کیا ہے دلِ بیقرار کا

کیا خوب تشنہ کام محبت کی قدر کی
پانی پلایا آپنے خنجر کی دھار کا

کھویا ہے دن کا چین اڑائی ہے شب کی نیند
آزار ہو الٰہی کسی کو نہ پیار کا

بوتل کا کاگ اڑ کے بنے آسماں کا چاند
باغِ جہاں میں آیا ہے موسم بہار کا

آیا خیالِ یار کا جب دھیان بعد مرگ
شق ہو گیا وہیں مرا گنبد مزار کا

سوزِ دروں نے اتنی دکھائی ہیں گرمیاں
پتھر چٹخ گیا مرے لوحِ مزار کا

ذاکر وہ بخشدے گا گناہوں کو آن میں
کچھ رحم کم نہیں ترے پروردگار کا

مزا برسات میں آتا ہے دخترِ بادہ خوار یکا
کہ دھل جاتا ہے دفتر اسمیں سارا بد شعاریکا

سفیدی چڑھتی آتی ہے سیاہی پر تری آہ
سحر ہونے کو ہے وقت آ گیا ہے ہوشیاریکا

گلستاں میں یہ کس گل نے نچوڑا زلف شبنم کو
کہ دامن موتیوں سے بھر گیا بادِ بہاریکا

تڑپ کر نامہ بر کے ہاتھ سے نکلا ہی جاتا ہے
لکھا ہے حال وہ کچھ خط میں ہمنے بیقراریکا

تری زلفِ معنبر نے ہوا میں بھر دیا اتنا
دماغ اب عرش فرسا ہو گیا بادِ بہاریکا

بستر تو بچھے جلتے میں ملائک پر بچھاتے میں
خدا کی شان یہ رتبہ ہے میری انکساریکا

چلے جب میکدے سے سوئے مسجد حضرتِ ذاکر
زمانہ بھر میں شہرہ ہو گیا پرہیزگاری کا

وہ مہ کسی کی دید کے ارماں میں رہ گیا
اپنا مسیح اپنے ہی درماں میں رہ گیا

اللہ رے شوقِ دید میرا کہ بعد مرگ
میں خاک ہو کے دیدۂ درماں میں رہ گیا

اتنی ہی بس بساط تھی طفلِ سرشک کی
نکلا مچل کے آنکھ سے داماں میں رہ گیا

زلفوں سے بچکے اندھے کوئیں ہی میں جا پڑا
دل ڈانواں ڈول چاہِ زنخداں میں رہ گیا

غیروں کے گھر بیٹھے میں گھر زندہ کی شان
جز غم طرب شعار کے ارماں میں رہ گیا

یاد دہان و زلف و قدِ یار سے یہ دل
سیپارہ بن گیا ہے الف لام میم کا

لب کھل گئے تو آیۂ ناطق دہن ہوا
رخ بن گیا قرآن خدائے علیم کا

لو میکشوں کو تختۂ انگور مل گئے
ٹھیکہ مغاں نے لے لیا باغِ نعیم کا

ذاکر بتوں کا ذکر ہو مسجد میں بیٹھ کر
یہ بھی ہے اک کرشمہ خدائے عظیم کا

اثر ہے چڑھتے جوبن میں شرابِ ارغوانی کا
جہاں بدمست ہے کافر تری اٹھتی جوانی کا

مزا کیا کہنے سننے کا وہ اپنے گھر ہم اپنے گھر
مقابل ہوں تو ہے کچھ لطفِ پیغامِ زبانی کا

کٹے جاتے ہیں دشمن آج وہ تیزی زباں کی ہے
مری تقریر میں عالم ہے خنجر کی روانی کا

خوشی کے بعد رنج و غم مقرر ہیں زمانے میں
چھلک جاتا ہے بھرتے بھرتے ساغر شادمانی کا

نکھر کر آج وہ خنجر بکف آئے ہیں مقتل میں
فلک تک شور پہونچا ہے صدائے لن ترانی کا

بھلا حوروں سے جنت کی ملیگا خاک دل زاہد
سمایا ہے مری آنکھوں میں جوبن یارِ جانی کا

تپ فرقت کی گرمی نے مرے آنسو بہائے ہیں
سہارا تشنہ لب کو ہے بس دو گھونٹ پانی کا

بہت دل ملے باندھے ہیں تو وہ گیسوئے شبگوں ہے
ترے آگے بھلا کیا منہ بلائے آسمانی کا

ہزاروں آرزوئیں مست ہو کر اسمیں بستی ہیں
ہمارا دل بھی ہے مینا شرابِ ارغوانی کا

الجھتے ہیں مرے تارِ نظر اب انکے دامن سے
دوپٹہ نین سکھ کا بن نہ جائے کامدانی کا

لکھا تھا خالِ روئے یار کا کچھ وصف اے ذاکر
جہاں میں شور برپا ہے ہماری نکتہ دانی کا

ہے بال بال بکھرا ہوا زلفِ یار کا
نقشہ کھنچا ہوا ہے مرے انتشار کا

اڑتی ہیں ہاتھ انکے گریباں کی دھجیاں
کیا ٹھیک تیرے جوشِ جوانی ابھار کا

گنتے ہیں روز سانس فراقِ بتاں میں ہم
کھٹکا لگا ہوا ہے وہ روزِ شمار کا

دشنام مے فروش پہ پیتے ہیں روز مے
جھٹکا لگا ہوا ہے ہمیں وہ ادھار کا

سنبھلتا ہے خنجر بھویں تن رہی ہیں
خدا جانے ہے کیا ارادہ کسی کا

کہیں جان جائے - ادا ہو کسی کی
تڑپنا کسی کا - تماشا کسی کا

ذرا اپنے گیسو پریشان کرنا
کہ رہ جائے محشر میں پردا کسی کا

اِدھر بھی ہو اِک وار بھرپور قاتل
کسی طرح پورا ہو لکھا کسی کا

عبث دین و ایمان کھوتے ہو ذاکر
وہ کافر ہوا ہے نہ ہوگا کسی کا

کرشمہ ہے الٰہی یہ تیری کبریائی کا
خدائی میں تری ہر بُت کو دعویٰ ہے خدائی کا

ملا ہے تم سے مگر یہ نتیجہ آشنائی کا
بہا ہو ہو کے پانی خون اپنی پارسائی کا

زبان خلق پر نامِ خدا مشہور ہے قصہ
تمہاری بیوفائی کا تمہاری کج ادائی کا

شفق پر اوس پڑ جائیگی پالا شاخ مرجاں پر
تصور جب ہمیں ہوگا ترے دستِ حنائی کا

عجب انداز سے خنجر بکف آتے ہیں مقتل میں
نکالا ہے نئی صورت سے نقشہ رونمائی کا

چلے میں عاشق مضطر کلیجے رکھکے ہاتھوں پر
تری نوکِ مژہ میں ہے وہ عالم دلربائی کا

یہ کیا اے حضرتِ ذاکر بتوں سے دل لگا بیٹھے
زمانے بھر میں شہرہ تھا تمہاری پارسائی کا

دیدار دیکھنے گئے ربِّ کریم کا
اچھا تو ہے مزاج جناب کلیم کا

تیرے ہی دم سے باغِ تمنا ہرا ہوا
ہر سانس میں ہے تیرے ہی جھونکا نسیم کا

اے کارساز خلق ادھر بھی ہو اک نظر
شہرہ جہاں میں ہے ترے فیض عمیم کا

مقتل میں لنترانی کی لینگے یہ زخم دل
کھلنے گی تیغ زنگ زبانِ کلیم کا

دیکھینگے کیا جمالِ جہاں سوز یار کو
ہے یہ خیالِ خام جنابِ کلیم کا

اللہ رے حرارت دلسوز ہجر میں
پانی کلیجہ ہو گیا نارِ جحیم کا

آسودگانِ خاک بھی سوئے نہ چین سے
کھٹکا انہیں لگا رہا امید و بیم کا

شاخِ مرجاں پہ نظر آتے ہیں سیب کے پھل
پاؤں اے جوشِ جنوں تو نے نکالے ہی نہیں
آرزو نے وہ جلایا کہ دعا کرتا ہوں

دستِ رنگیں ترا اگر زیبِ زنخداں ہوتا
ورنہ کاشانۂ غم رشکِ بیاباں ہوتا
دلِ بسمل میں کھٹکتا ہوا پیکاں ہوتا

کس طرح بھولے خیالِ رخِ جاناں دل سے
نام ذاکر ہے مجھے یاد نہ قرآں ہوتا

پھرے زمانے میں ہر طرف ہم مگر دل آرا تمہیں کو دیکھا
تمہارا ثانی کوئی کہاں ہے - یہاں اکیلا تمہیں کو دیکھا
کہاں کسی میں یہ خود نمائی - کہاں کسی میں یہ دلربائی
اگرچہ دیکھی بہت خدائی - پر ایک تماشا تمہیں کو دیکھا
تمہیں نظر میں ہو نور بنکر - تمہیں ہو دل میں سرور بنکر
نہ خود غرض ہو نہ بیوفا ہو - نیا نرالا تمہیں کو دیکھا
سما رہے ہو دلِ حزیں میں - یہ بات کب ہے کسی حسیں میں
کہوں گا محشر میں سچ تو یہ ہے - نئی ادا کا تمہیں کو دیکھا
کہیں ہو خورشیدِ روزِ رخشاں کہیں ہو مہتاب نور افشاں
کہیں نظر ہو کہیں جگر ہو عجب تماشا تمہیں کو دیکھا

تمہیں ہو بس آرزوے عاشق تمہیں ہو وردِ زبانِ ذاکر
نہاں ہو دل میں عیاں نظر میں حسین رعنا تمہیں کو دیکھا

بنا دے گا چھلنی کلیجا کسی کا
تری بزم میں اور غیروں سے منہ سے
اگر دیتے ہو دل تو یہ جان بھی دو
قیامت مچے گی یہ بجلی گرے گی

تبختر سے دو گام چلنا کسی کا
ہوا کرتا ہے روز چرچا کسی کا
اشاروں سے ہے یہ تقاضا کسی کا
کہ لٹکا ہوا ہے دوپٹا کسی کا

خون سر چڑھ کے نہ پروانوں کا لاتا گر رنگ | شمع کو یوں سرِ محفل نہ جلایا جاتا
زینت زیر زمیں گرچہ نہوتی دلکش | یوں عدم کو کبھی اپنا نہ پرایا جاتا

لکھ کے بھیجی ہے انہیں ہجر کی حالت ذاکر
دردِ دل ایسا نہ تھا جو نہ سنایا جاتا

آستیں چڑھتی ہے لیے خنجر فولاد آیا | مژدہ اے شوقِ شہادت کہ وہ جلاد آیا
مژدہ اے آہِ رسا موسم فریاد آیا | تیرِ دلدوز بدستِ ستم ایجاد آیا
آتش تر پہ دھوئیں کے نظر آئے بادل | بال کھولے ہوئے وہ رشکِ پریزاد آیا
خوش قدوں سے نہیں رہتی کبھی دنیا خالی | باغ عالم سے گیا سرو تو شمشاد آیا
کافرِ عشق ہوئے پھر بھی مسلمان رہے | وہ دیئے رنج بتوں نے کہ خدا یاد آیا
ہچکیاں ہو گئیں کیوں آج گلے کا پھندا | ہائے کس وعدہ فراموش کو میں یاد آیا
آہ تھم تھم کے ہو رک رک کے ذرا ہوں نالے | چرخ چکر میں ہے اے شورشِ فریاد آیا
ہوش آیا بھی نہ تھا۔ دامِ محبت میں پھنسے | آنکھ کھلتے ہی نظر چہرۂ صیاد آیا
ہیچ دنیا سے نظر آیا عدم کا نقشہ | دشتِ غربت کی مصیبت سے وطن یاد آیا
واہ کیا یاد ہے اس سادہ دلی کے قربان | وقفِ مژگاں کے لئے نشترِ فصاد آیا

ذکرِ اصنام کسی دن بھی نہ بھولا ذاکر
اک نہ اک روز نیا تجکو صنم یاد آیا

گر ترا شورِ تبسم نمک افشاں ہوتا | دہنِ زخم مرا رشکِ نمکداں ہوتا
جیتے جی آنکھوں کو جنت کے نظارے ہوتے | کاش میں انکا سرِ بزم نگہباں ہوتا
آہِ دلسوزِ شبِ غم جو دکھاتی تاثیر | پانی پانی شررِ آتشِ ہجراں ہوتا
بوسہ لیتے تری ہر کالی بھرے جا بجاں | گر دہن دیدۂ عاشق سے نہ پنہاں ہوتا
گر سرک جاتی نقابِ رخِ زیبا انکی | چرخ پر گل یہ چراغِ مہرِ تاباں ہوتا

ناموس و ننگ غرق ہوا ہے مرا تمام | آنکھوں نے ہجر یار میں دریا بہا دیا

ذاکر خدا کے واسطے دل تھام لیجیے
تمکو تو زلفِ یار نے مجنوں بنا دیا

دل نے ہمیں تو صاحب کشور بنا دیا | اس آئینہ نے آج سکندر بنا دیا
زلفِ دوتا دکھا کے سرِ شام بام پر | دیوانہ ہمکو اے بت کافر بنا دیا
اُس رشکِ گل نے نقش قدم سے دمِ خرام | تربت کا میری فرش مشجر بنا دیا
فرقت میں بحرِ حُسن کی رویا ہوں اس قدر | دامن کو آج پانی کی چادر بنا دیا
گھر بیٹھے اب تو چین سے مشق جفا کرو | سہ سہ کے ظلم تمکو ستمگر بنا دیا
کرتے ہیں بات کو لب شیریں سے وہ نبات | ہکلا گئے تو قندِ مکرر بنا دیا
زخمی بلا سے پہلوے دل کر لیا تو کیا | تیرِ نگاہِ یار کا اِک گھر بنا دیا
ہر بار لچکے جاتے ہیں گجرے کے بوجھ سے | ہاتھوں کو اُس نے شاخ گلِ تر بنا دیا
چکر میں خاک اپنی پس مرگ بھی رہی | اُس مست کو کلال نے ساغر بنا دیا
دنداں کے عکس کی لبِ رنگیں پہ ہے نمود | دانستہ اُس نے لعل کو گوہر بنا دیا

ذاکر کو دیکے درہم داغ فراقِ یار
خانہ خراب عشق نے تو تونگر بنا دیا

کاش آئینہ بتوں کو نہ دکھایا جاتا | اپنے ہاتھوں تو نہ مغرور بنایا جاتا
بام پر اُن کو شبِ ماہ بلایا جاتا | یوں عروج مہ افلاک گھٹایا جاتا
بوسہ ابرو کا نہیں سبزۂ خط کا لیتے | قتل منظور نہ تھا زہر کھلایا جاتا
کل تک آوارہ مزاجوں سے ہمیں نفرت تھی | آج کیوں اُنکو بمنت ہے بلایا جاتا
ایک ہم ہیں کہ خفا ہو کے اُٹھایا سرِ بزم | ایک وہ ہیں جنہیں اُٹھ کے ہی بٹھایا جاتا
رشک اغیار کو یاروں ہی نے برداشت کیا | اور سے بوجھ یہ ہرگز نہ اُٹھایا جاتا

ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں ہر سمت کوئے یار میں
کوئی پہلو سے مرا اور دو آشنا جاتا رہا

کر دیا ہے قتل گو قاتل نے ایک ہی وار میں
پر تڑپنے لوٹنے کا کچھ مزا جاتا رہا

غیر پر لطف و کرم کرتے ہیں میرے سامنے
سچ تو یوں ہے ان دنوں لطفِ جفا جاتا رہا

پھٹ گیا دامن گریباں چر گیا دست جنوں
فرقت جاناں میں یہ بھی شغلا جاتا رہا

ڈھونڈتا پھرتا ہے کوئی انکو بزمِ حشر میں
کیا مزا ہے مدعی کا مدعا جاتا رہا

روئے پیٹے اس قدر وہ آج مرگ غیر پر
آنکھ کا سرمہ بہا رنگِ حنا جاتا رہا

یاس نے رنگت جمائی ہے لحد میں کسقدر
بعد مردن داغ ہجرِ دلربا جاتا رہا

کیا تواضع کرتا کچھ باقی نہ تھا تن میں لہو
تیر پہلو سے مرے اچھا ہوا جاتا رہا

جستجو ذاکر کے دل کی کر رہے ہیں بزم میں
اُنکی مٹھی سے کہیں گم ہو گیا جاتا رہا

خورشید روزِ حشر کو تارا بنا دیا
رخ سے کسی نے آج دو پٹہ ہٹا دیا

اِک برقِ آہ کا جو فتیلا دکھا دیا
دوزخ پکار اُٹھی کہ مجکو جلا دیا

پرچھائیں پر تمہاری پری کا گمان ہے
ایجان کوہ قاف میں سکہ بٹھا دیا

چھلے پہنکے حوروں کے ڈالے گلے میں طوق
اور چٹکیوں میں تمنے پری کو اُڑا دیا

لو اپنا رازِ عشق زمانے پہ کھل گیا۔
اشکوں نے آج ساری عمارت کو ڈھا دیا

گز بھر زمین کوچۂ جاناں نے بخشدی
مٹی کو آج میری ٹھکانے لگا دیا

ابروے یار کے ہے مقابل ہلال عید
عالم کو ہمنے چاند زمیں پر دکھا دیا

محفل میں گالیوں سے بھی محروم رہگیا
کیا تمنے مجکو اپنی نظر سے گرا دیا

مقتل میں پیرہن جو مرا سُرخ ہو گیا
تیغ ستم شعار نے دولھا بنا دیا

پگلا ہے آہ گرم سے اُس سنگدل کا دل
سینہ کی ہمنے آگ سے پتھر گلا دیا

اُس گلبدن کو یہ دلِ پر داغ دیدیا
ہمنے تو اپنا سارا خزانہ لٹا دیا

برق و صرصر کا کبھی ڈر کبھی بیم صیاد
آشیانہ نہ کبھی ہمنے شجر پر رکھا

بارِ الفت۔ فرشتوں سے جب اُٹھا ذاکر
بوجھ اللہ نے یہہ دوشِ بشر پر رکھا

کام دنیا میں نہ کچھ راہ گذر سے رکھا
ہمنے مطلب نہ ذرا سود و ضرر سے رکھا

کل تو بیمارِ محبت نے تری فرقت میں
ابر باراں کا مزا دیدۂ تر سے رکھا

دیر کمبخت کہاں اتنی کی تونے قاصد
نامۂ شوق مرا اُنکی نظر سے رکھا

بیوفائی کا گلا کیا کریں تجھسے کہ صبا
مجکو محروم سدا اُن کی خبر سے رکھا

یاد رونے میں رکھا شعلۂ رخسار اُنکا
آگ کو پانی میں ہمنے تو ہنر سے رکھا

تھا ارادہ کہیں اغیار کے گھر جانے کا
اُنکو شب بھر مرے نالوں نے اثر سے رکھا

قتل دشمن کی خبر تھی کہ ہوئے ہم مقتول
ہمنے یہ بوجھ اُٹھا غیر کے سر سے رکھا

آنکھ کے ڈھیلوں سے روزن گئے دیوار کے بند
خوب پردہ یہ ہماری ہی نظر سے رکھا

ساری دنیا ہوئی بیگانہ بلا سے اپنی
ہمنے رشتہ فقط اُس رشکِ قمر سے رکھا

دخترِ رز کی عجب شکل تھی پیمانے میں
جس نے زاہد کو بھی اللہ کے گھر سے دیکھا

مُنہ سے نکلی تو اُڑ لئے ہیں دھوئیں گردوں کے
کام اے آہ نہ دل سے نہ جگر سے رکھا

خال و ابروئے بتاں دل میں بسے رہنے ہیں
تیغ سے کام نہ کچھ ہمنے سپر سے رکھا

ہو چکا تھا مرا کل عزم عدم کا ذاکر
شوق دیدار نے اس بت کے سفر سے رکھا

اپنے پہلو سے جب اپنا آشنا جاتا رہا
اُسکا ماتم کیا کریں جاتا رہا جاتا رہا

ڈھونڈتا ہوں گم شدہ دل کو جو اُنکی بزم میں
طعن سے وہ پوچھتے ہیں مجھ سے کیا جاتا رہا

دیکھتے ہی دیکھتے نظریں کدھر کو پھر گئیں
آتے آتے کس طرف تیرِ قضا جاتا رہا

اُنکی الفت آجکل غیروں سے کچھ کم ہو گئی
چھیڑنے کا لطف شکووں کا مزا جاتا رہا

دیوان ذاکر
شیخ برکت علی ذاکر

بن گئی ہے دم پہ کیا اے حضرت ذاکر کہو
تمکو کیوں دشوار اب راتوں کا سونا ہو گیا

بے طلب دل دے دیا یہ کیا کیا — کیا کہیں کس سے کہیں اپنا کیا
پھر مجھے لیجا کے واں رسوا کیا — جو کیا اے دل بہت اچھا کیا
یہ سنا ہے غیر سے شکوا کیا — شکر ہے کچھ ذکر تو میرا کیا
اُلٹے یہ الزام وہ دیتے رہے — ہمکو تیرے عشق نے رسوا کیا
ملکے روئیں مجھ سے میری حسرتیں — حسرتوں سے ملکے میں رویا کیا
لختِ دل آنکھوں سے نکلے تو کہا — دیکھ آگے آگیا تیرا کیا
میں رہا بیخود کسی کے عشق میں — بختِ خفتہ بھی مرا سویا کیا
نیمچی نظروں ہی میں دل کو لے لیا — اُس نے افسوں مجھ پہ کچھ ایسا کیا
انتظار اُن کا کیا یوں تا سحر — رات بھر پہلو میں دل تڑپا کیا
بے اجازت آج بوسہ لے لیا — کیا غضب تونے دل شیدا کیا

کوستے ہیں آج وہ ذاکر ہمیں
ہمنے بھی سامان مرنے کا کیا

نیمچہ نیم نظر کا جو جگر پر رکھا — ہمنے قاتل ترا احسان یہ سر پر رکھا
کہتے ہو اشکوں نے گھر تک ترے آنے نہ دیا — خوب طوفان مرے دیدۂ تر پر رکھا
بیقراری سے ہیں مشغول بکار تسکیں — ہاتھ گر دل سے اُٹھایا تو جگر پر رکھا
صف مژگاں نے کیا چھید کے چھلنی چھلنی — تاک کر خوب مرے دل کو نظر پر رکھا
اوچھے واروں پہ بھی ہم آپ ہی کٹتے ہیں — قاتل احسان تری تیغ نظر پر رکھا
لب سے دشمن کو دیے دو تو ہمیں گالیاں دو — خوب میزان کے پلوں کو نظر پر رکھا
نازکی دیکھ کر اللہ کی قدرت دیکھی — بار نقلوں کا نہ اُس گل کی کمر پہ رکھا

... بہ / ...کا ماتم ہوگیا
...ح تو شیرازۂ کونین برہم ہوگیا
...شق کا / شور شیرینی کا رشکِ آبِ زمزم ہوگیا
خون رگ رگ میں مری غم ہوگیا سم ہوگیا
...ہیں اپنی گریباں / آج ہر آنسو سمندر چشمِ پُر نم ہوگیا

میں ہوں اے ذاکر سلیماں مرے مضموں میں پری
شعر جو نکلا زباں سے اسمِ اعظم ہوگیا

عکس افگن جب کسی کا روئے زیبا ہوگیا
یہ فروغِ حسن تھا خورشید تارا ہوگیا

اس قدر چمکے شبِ ہجراں کہ اختر بن گئے
دل کے داغوں سے اندھیرے میں اُجالا ہوگیا

ہم نہ کہتے تھے نہ دیکھو آئینہ یہ کیا ہوا
کس لئے ششدر ہوئے کیوں تمکو سکتا ہوگیا

عشق گیسو نے دکھائی ہے شبِ تارِ لحد
میں سیہ بختی سے پہلی منزلوں کا ہوگیا

بڑھ گئی میری پریشانی گھٹا جاتا ہے دم
کیا بلا ہے پھر کہیں زلفوں کا سودا ہوگیا

امتحانِ جذبِ الفت ہی میں ہمتو مر مٹے
جان پہ یہاں بنگئی اُنکو تماشا ہوگیا

یہ شرارت مجھسے اُس پردہ نشیں کی دیکھئے
دیکھکر مجکو پس چلمن بھی پردا ہوگیا

تیرچھی نظروں سے جسے دیکھا اُسے بسمل کیا
کس قیامت کا تمہارا شوخ دیدا ہوگیا

غیر کے ہاتھوں پئے ہیں اُسنے پھر ساغر کہیں
جوشِ رنج جو آج پھر اشکوں کا دریا ہوگیا

میں بھی انکا جان بھی انکی تھی جگر بھی انکا تھا
اور سنئے دل بھی تو اپنا پرایا ہوگیا

عارضِ جاناں پہ پتلی جمگئی ہے آنکھ کی
خالِ مشکیں بھی مری آنکھوں کا تارا ہوگیا

ابروے پُرخم ترا محرابِ کعبہ بن گیا
مست ہیں مجذوب ہیں جو ہمنے چاہا ہوگیا

آرزوئیں مٹ گئیں گردن تمنا کی کٹی
لو خیالِ یار بھی کچھ کھچ کے تیغا ہوگیا

سیلِ گریہ میں تصور اُنکی مژگاں کا رہا
ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوگیا

ذن .

مجھ پر نگہ جو اُنکی اٹھ ...

ذاکر رقیب بس
جلتا ہوا کلیجے سے

قسمت سے جو کہ سوز تھا وہ ساز ہو گیا
مغرور ... ہو لیا

آئینہ اُسکو دیدیا یہ کیا ستم کیا
پیدا اثر سے سخن میں یہہ اعجاز ہو گیا

کیا بات ہے کہ بات میں مارا جلا دیا
اب لام کاف سے بھی سرافراز ہو گیا

پہلے ہی جھڑکیوں پہ دہن تھا کھلا ہوا
واں شوخی یہ بڑھی ہے کہ دمباز ہو گیا

یاں شرم سے دروغ کو بھی راست کہدیا
اِک بوستانِ سعدیِ شیراز ہو گیا

اُس گلبدن کے عشق میں ہر زخم دل مرا
دم دیتے دیتے اور وہ دمباز ہو گیا

اب زندگی ہماری تو واللہ ہو چکی
سر کٹ کے اور بھی میں سرافراز ہو گیا

روشن جہاں میں نام قلم کی طرح ہوا
اپنے قلم کا پر - پر پرواز ہو گیا

اڑتے ہیں مرے شعر پری بنکے ان دنوں
دیکھو درِ قبول فلک باز ہو گیا

عاشق کی ہر دعا میں اثر کا یہ رنگ ہے

کہتے ہیں ناز سے خبر مرگ سنکے وہ
ذاکر بھی اک جہان میں جانباز ہو گیا

شمع عارض سے ترے پُر نور عالم ہو گیا
شعلۂ برق تجلی قدِ آدم ہو گیا

عشق حمدِ یار کا جوبن پہ عالم ہو گیا
خون جگر میں درد دل میں ناک میں دم ہو گیا

بیخودی میں دیکھنے تھے جلوہ دیدار یار
کھلتے ہی غفلت سے آنکھیں ہو کا عالم ہو گیا

زندگی اے دل بسر ہوتی ہے ہجر یار میں
رنج و غم ہی حصۂ اولادِ آدم ہو گیا

بس گئی ہر دل میں کیسی وہ نگاہِ خود فروش
تیر اُلفت کا نشانہ ایک عالم ہو گیا

... حضور ہو گیا

... دا حضور سے کافور ہو گیا

[illegible] / شانِ خدا ہے یہ تمہیں مقدور ہو گیا

... اِن یار کے / پہلو میں دل بھی خانۂ زنبور ہو گیا

آ... پر ہے بال / کیا صاف دل ہوا ہے کہ بلور ہو گیا

اُس مست کی نگاہ بھی دورِ شراب ہے / مخمور ہو گیا کوئی مسرور ہو گیا

جب دیکھیے حضور کی شمشیر تیز ہے / عاشق کا قتل کیا کوئی دستور ہو گیا

اب سب یہ کھٹکا نے ہو گئیں ساری ہی حسرتیں / سنگِ جفا سے شیشۂ دل چور ہو گیا

مقتل میں تیغِ یار کا کیوں پھر گیا ہے منہ / کھٹا ہمارے زخم کا انگور ہو گیا

ذاکر خدا کے واسطے چھوڑ بتوں کا ذکر
بندے خدا کے کفر یہ مشہور ہو گیا

کل وہ جو بزمِ غیر میں آنکھیں بدل گیا / ہاتھوں سے تھاما دل تو کلیجہ نکل گیا

کیا گل کھلا گئی ہے تمہاری نگاہِ گرم / داغوں سے دل تو سینہ پھپھولوں سے پھل گیا

وہ تیغ تولتے ہوئے مقتل میں آ گئے / اچھا ہوا ہمارا بھی ارمان نکل گیا

بڑھنے لگے ہیں عشق کے آثار خود بخود / دیکھا کوئی حسین دل ناداں مچل گیا

گیسوے یار نے بھی نکالے غضب کے پر / آنکھوں میں آ کے نور کے سانچہ میں ڈھل گیا

ساتھی نہیں جہاں میں بُرے وقت کا کوئی / پہلو سے آج درد بھی پہلو بدل گیا

وہ چھیڑ چھاڑ تھی شبِ عشرت عدو کے ساتھ / چولی مسک گئی۔ کہیں دامن نکل گیا

چھایا ہوا دھواں سا جو ہے بامِ چرخ پر / کیا آسمان بھی مری آہوں سے جل گیا

کچھ ایسے بدحواس ہوئے مجھکو دیکھکر / چہرے سے زلف ہٹ گئی آنچل بھی ڈھل گیا

آہوں سے کچھ پسیجا بتِ سنگدل کا دل / اللہ کی ہے شان کہ پتھر پگل گیا

محشر میں یہ سند ...

عشاق پر وہ تیز ہے لو ہا کہ لیں ...

پھر کہہ رہے ہے آبلہ پائی جنوں سے آج

دیکھو بُرا جہاں میں ہے ...
ذاکر نہ اُن کی نرگس بیم...

اُٹھی اس ترچھی نظر کی بیقراری دیکھنا ۔۔ پھر مرے دل کا جگر کا زخم کاری دیکھنا

وہ نہ آئے آگیا یاں ہجر میں روزِ وصال ۔۔ دردِ فرقت سے چھٹیں نہ شبیں ہماری دیکھنا

دل تپاں ہے جاں مضطر ہے جگر بیتاب ہے ۔۔ جاں بیگی ایک دن یہ بیقراری دیکھنا

رات بھر کرتے ہیں چشم پاسباں سے ہمسری ۔۔ میری آنکھوں کی ذرا اختر شماری دیکھنا

صورتِ تصویر ہیں فرقت میں ایجانِ جہاں ۔۔ واہ واہ کیا ہو گئی حالت ہماری دیکھنا

عید قرباں ہے تہہِ خنجر نہایت شاد ہیں ۔۔ دیکھنا قاتل ہماری جاں نثاری دیکھنا

سُرخ چہرہ ہو گیا شب بوسۂ رخسار پر ۔۔ اور بھی صورت ہوئی ہے پیاری پیاری دیکھنا

بُت سے نفرت ہی مگر بیخودی میں شوقِ حور ہیں ۔۔ شیخ صاحب کی ذرا پرہیزگاری دیکھنا

مژدۂ وصلِ صنم دیتے ہیں دل کو ہجر میں ۔۔ آپ کرتے ہیں ہم اپنی غمگساری دیکھنا

جاں لبوں پر آگئی ہے اشتیاقِ یار میں ۔۔ رہتی ہے کبتک یہی حالت ہماری دیکھنا

عشق بازی ہو چکی فرہاد و مجنوں کی تمام
آئی ہے اب حضرتِ ذاکر کی باری دیکھنا

لٹوا کے سر کو خوش تر ارنجور ہو گیا ۔۔ اِک دردِ سر تمہارا روز کا اب دُور ہو گیا

فکرِ بتاں میں ہو نہیں سکتی خدا کی یاد ۔۔ بندہ بشر ہے عشق سے مجبور ہو گیا

کچھ جھڑکیاں سہیں کہیں کھائی ہیں گالیاں ۔۔ جو کچھ ملا نصیب کا منظور ہو گیا

ہیں ملتا

کا یہ ساماں نہیں ملتا

زخموں میں فروغِ چمنستاں نہیں ملتا

جت
دل ہٹ کے کسی سے کسی عنواں نہیں ملتا

لئے ہم
اُس پر بھی تو اسکا کوئی خواہاں نہیں ملتا

ہر گز ... زادیٖ نہ دشنام
گر تجھ میں ملاحت کا نمکداں نہیں ملتا

پھیلائے نہ پاؤں دل وحشی کے لئے زلف
سودا کوئی اس ڈھب سے تو ارزاں نہیں ملتا

وصفِ دہن یار سے یہ عقدہ کھلا ہے
مشکل کا جو مضموں ہے وہ آساں نہیں ملتا

زینت سے سرو کا ہے کیوں تہ خوباں
دل رکھ لے اگر گوہرِ غلطاں نہیں ملتا

اے چارہ گرو آپ کو بھی دیکھ لیا بس
سینے میں کھٹکتا ہوا پیکاں نہیں ملتا

وصفِ کمرِ یار میں حیراں ہیں۔ الٰہی
مضموں کسی پہلو۔ کسی عنواں نہیں ملتا

جب شکوہ نہ ملنے کا کیا کرتے ہیں ذاکر
کہتا ہے وہ بت شوخی سے ہاں ہاں نہیں ملتا

سو بار سہل ہے سوئے اغیار دیکھنا
دشوار میری سمت ہے اِک بار دیکھنا

لایا ہے رنگ غیر کا اے یار دیکھنا
جھوٹا ہوا ہے شربت دیدار دیکھنا

مقتل میں مجھسے سنکے یہ کیسا کٹا رقیب
کس کے گلے پہ آج ہو تلوار دیکھنا

عیسیٰ کا معجزہ نہ چھپے پھر نگاہ میں
ٹھوکر کسی مزار پہ تم مار دیکھنا

مدِ نظر ہے کیا کوئی تازہ فریب اور
کیوں ہے یہ بار بار اِدھر یار دیکھنا

رنج فراق۔ جور بتاں کیا کروں بیاں
قسمت کا جو نوشتہ ہے لاچار دیکھنا

کانٹے پڑے ہیں حلق میں پیاسا ہوں کب میں
میری طرف بھی خنجرِ خونخوار دیکھنا

یہ کون آج گنج شہیداں بسا گیا
بسمل تڑپ رہے ہیں وہ دو چار دیکھنا

چشمِ بیمار ...

تیزیئ تیغ نے دم بھر بھی تڑپ...

میں دکھا دیتا سمندر کا نظارہ سب کو

وہ بھی شاعر ہیں کہ ہیں نظم...
اس ہنر میں کبھی ذاکر کو ا...

بلبل کے ہوا دشمن جاں یار ہمارا
بن بنکے بگڑتا ہی رہا کار ہمارا

دم ہے ابھی تو وقفِ دم شمشیر ہمارا
دل ہے ابھی تو نذرِ قدِ دلدار ہمارا

اک وہ ہیں کہ اُنکے لئے تم خود ہو گل افشاں
اِک ہم ہیں کہ آنا ہے تمہیں خار ہمارا

کیا غم ہے جو قاتل کو نہیں قتل پہ اقرار
بول اُٹھیگا خونِ لبِ سوفار ہمارا

آمرزشِ حق روزِ جزا کہہ دے عجب کیا
بخشا گیا یہہ بندہ گنہگار ہمارا

ہم عقدہ لاحل کی کشاکش میں پڑے ہیں
دل تنگ نہ کر اے دہن یار ہمارا

پھر خون کی نہریں دلِ پرخوں سے بہیں گی
پھر جوش پہ ہے دیدۂ خونبار ہمارا

رکھتے ہی قدم بزم میں کٹ کٹ گئے اغیار
دم تھا کہ کوئی خنجر خونخوار ہمارا

کہتی ہے مجھے آپ کی شیرینیٔ تقریر
چکھ دیکھ ذرا لعل شکر بار ہمارا

کھنچ آئیگی اک دن رگِ گردن کی کشش سے
یہ جذب بھی اب دیکھنا تلوار ہمارا

کہتے ہیں رقیبوں کو وہ محفل میں بلا کر
واللہ ہے کس اوج پہ دربار ہمارا

کہتے سرِ محفل ہیں وہ کس فخر سے ذاکر
عیسیٰ سے بھی اچھا نہ ہو بیمار ہمارا

دکھلاتا رکھائی بھی لگاوٹ بھی ہے ذاکر
چتون سے ہمیں شوخ ستمگار ہمارا

جب باغ میں وہ سروِ خراماں نہیں ملتا
سچ کہتا ہوں کچھ لطف گلستاں نہیں ملتا

[illegible] ے ایمن میرا

[illegible] بل میرا
آج شمشیر بکف آتا ہے قاتل میرا

[illegible] ہے دو
ابھی کمسن ہے بہت حور شمائل میرا

بزم [illegible] ے ہیں ستانے کیلئے
دیکھتے ہیں نئے انداز سے وہ دل میرا

دیکھکر ماہِ دوہفتہ کو وہ یوں کہتے ہیں
تو اسی شکل پہ ہوتا ہے مقابل میرا

سو تمناؤں سے یہ روز نظر آیا ہے
نگہِ یاس تڑپ جائے نہ قاتل میرا

یہ بھی ہے جذبِ محبت کا کرشمہ کوئی
تیغ کھنچتے ہی کھنچا جاتا ہے کچھ دل میرا

وعدۂ وصل میں انکار کا پہلو ہے عیاں
ڈگمگاتا ہے جہاز اب لبِ ساحل میرا

داغِ الفت کہیں مٹ جائے نہ اے پاسِ الم
عمر بھر کی یہ کمائی ہے یہ حاصل میرا

پاس ہے پردہ دری کا یہ کسی کی ورنہ
عرش تک جائے تڑپ کر تن بسمل میرا

آج زہاد کے ایماں کا خدا حافظ ہے
گھر سے بن ٹھن کے چلا حور شمائل میرا

تیغ ہے وہ صاف پھسل جائیں نظر کے پاؤں
داغ دھبے سے بری ہے مہ کامل میرا

لوٹ کر خلق چلی آئی ہے کتنی ذاکر
ہائے مقتل میں تھکا جاتا ہے قاتل میرا

یہ تو سچ ہے کہ اس انداز کا تجھسا نہ ہوا
ناز بردار مگر مجھ سا بھی پیدا نہ ہوا

گرم ہے حسن کا بازار تمہارا لیکن
ہائے عاشق کی گرہ میں کوئی پیسا نہ ہوا

ہو برا تیرا غمِ ہجر کہ تیرے ڈر سے
رات بھر وصل میں بھی کام ہمارا نہ ہوا

نیم جلوہ ہی دکھایا پسِ چلمن اس نے
درد بھی دل میں ہوا ہے تو پورا نہ ہوا

کس تاسف سے ادا عذرِ شبِ وعدہ کیا
کہتے ہیں سر میں بہت درد تھا آنا نہ ہوا

فاتحہ تو سرِ تربت کبھی پڑھتے آکر
مر مٹے ہجر میں ہم آپ سے اتنا نہ ہوا

[illegible]

بجلیاں دل پہ گراتا ہے ہر [illegible]

اب کہاں جائیگی تو دل سے نکل کر اے آہ

حشر تک یاد رہیگا یہی عالم مجکو

کبھی مہندی کا ہے حیلہ کبھی سرمیں ہے درد | [illegible] رور

تیر اُدھر سے جو چلا جان اِدھر سے نکلی | چڑکتا ہی نہیں [illegible] شانا تیرا

یاس نے وصل سے محروم کیا ہے مجکو | مری قسمت کا نوشتہ ہے بہانا تیرا

ہیں زیرِ گل پہ اِک عالم کی نگاہیں بلبل | صحنِ گلزار میں لٹتا ہے خزانا تیرا

اے دلِ زار کبھی تو بھی توخوش رہتا تھا | یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانا تیرا

یاد آتا ہے تو ذاکر بھی تڑپ جاتے ہیں
چٹکیاں لے کے شبِ وصل جگانا تیرا

کہتے ہیں دیکھیں اگر جلوۂ پرفن میرا | کلمہ دل دیکھے پڑھیں شیخ و برہمن میرا

بہہ گئے سیکڑوں دریا جو نچوڑا اک دن | اس قدر آنسوؤں سے تر ہوا دامن میرا

سرِ محشر یہ شہادت کے لئے ہے کافی | خون کے چھینٹوں سے گلرنگ ہے دامن میرا

رشک اغیار پہ وہ طعن سے فرماتے ہیں | آپکا اس میں اجارہ ہے یہ جوبن میرا

داغ دل زخمِ جگر دونوں نیا لائے رنگ | خوب گلریز ہے پھولا پھلا گلشن میرا

دیکھتا پھرتا ہوں ہر روز نگاہِ صیاد | تاک میں برق کی رہتا ہے نشیمن میرا

عاشقوں سے یہ اشارا ہے تری چتون کا | کھیل کے دن ہیں ابھی تو ہے لڑکپن میرا

زلف کے پیچ بلا کے ہیں ستم کے پھندے | دل اڑا لیگی یہ اڑتی ہوئی ناگن میرا

تیغ کھنچتی ہوئی آئی سرِ مقتل کیسی | حوصلہ دیکھ ذرا اے رگ گردن میرا

راہ میں اُسکی لٹا دینا جوانمردی ہے | یار کے واسطے موجود ہے تن من میرا

[illegible] … تھا تمنے پایا قیام تیرا

[illegible] دونوں جہاں میں روشن دیکھا ہی نام تیرا

… مجھسے سب کے لئے ہے یکساں یہ فیض عام تیرا

… نا میں اُسکے لئے زمیں پر اُترا اسلام تیرا

ہاں … پر دعوی کرے وہ جھوٹا جو کچھ ہے اس جہاں میں وہ ہے تمام تیرا

بلبل کے کہہ رہے ہیں تسبیح کے یہ دانے دونوں جہاں میں یکتا۔ دیکھا امام تیرا

توحید کے مضامیں ذاکر یہ کیا نکالے
مداح ہو رہا ہے ہر خاص و عام تیرا

ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگِ ظہور تیرا پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں نور تیرا

گردوں پہ بھی فرشتے کرتے ہیں ذکر ہر دم چرچا ہے اللہ اللہ کیا دُور دُور تیرا

تیرا ہی آسرا ہے تیرا ہی ہے سہارا تھامے ہوئے ہیں دامن اہل قبور تیرا

کیسی شراب رنگیں کیسا ہے جام و مینا بدمست کر رہا ہے مجکو سرور تیرا

ہر رنگ میں نہاں ہے ہر شکل میں عیاں ہے گر تو نہ دیکھے اُسکو تو ہے قصور تیرا

جس شے کو دیکھتا ہوں جلوہ ترا عیاں ہے آنکھوں میں بس رہا ہے نورِ ظہور تیرا

کیا جگمگا رہے ہیں اللہ رے کوہ و صحرا وہ نور دشتِ ایمن وہ نور طور تیرا

کیوں طور کی جھلک سے غش کھا گئے ہیں موسیٰ اُٹھا ہوا ہے پردا اے رشکِ حور تیرا

جو خاک جیتے جی ہو پہونچے فلک کے اوپر جو آپ کو مٹا دے پائے حضور تیرا

دن رات کا تقابل ہے مہر و مہ سے روشن جلوہ دکھا رہے ہیں کیا نار و نور تیرا

وحدت کا جام پیکر بدمست کچھ ہے ذاکر
کیوں آج شیشۂ دل ہے چور چور تیرا

لے گیا جان کو بھی رُوٹھ کے جانا تیرا ایسے آنے سے تو اچھا تھا نہ آنا تیرا

مری آنکھوں سے ہر

دل زار پہ چھائی ہے

ترے قدموں پہ جان نثار کروں جو مروں

ترا روضۂ پاک ہے دل میں

وہی نورِ تجلیٔ طور ہو تم وہی قدرتِ حق کا ظہور ہو

فقط ایک ہے میم کا پردہ ذرا یا رسولؐ خدا یا رسولؐ خدا

وہاں پہونچے ہیں آپ شال نظر جہاں جلتے ہیں جا نے فرشتوں کے پر

کہاں جاکے کلام خدا سے کیا یا رسولؐ خدا یا رسولؐ خدا

ترا نور کا تھا تو اک دریا قدِ پاک کا اس لئے سایہ نہ تھا

لیا چشمِ بشر نے ہے اُسکو اُٹھا یا رسولؐ خدا یا رسولؐ خدا

جو سہارا ہو آپ کا مجکو ذرا کروں قطع میں منزل دارِ فنا

بڑی سخت کٹھن ہے یہ راہِ بقا یا رسولؐ خدا یا رسولؐ خدا

تھکے پاؤں ہیں جسم میں جان نہ رہی تمہیں چاہئے اب مری راہبری

مجھے جلد مدینے میں لیجے بُلا یا رسولؐ خدا یا رسولؐ خدا

پڑا در پہ ہے فدا کر خستہ جگر وہ جمال نظر میں ہے آٹھ پہر

اُسے لیجئے اپنے قریب بُلا یا رسولؐ خدا یا رسولؐ خدا

عشاق کی زباں پر رہتا ہے نام تیرا
کرتے ہیں ذکر ذاکر ہر صبح و شام تیرا

کعبے میں بتکدے میں ڈھونڈا ہے خوب تجکو
آخر کو دل میں پایا ہمنے مقام تیرا

ثانو بسورۃ کے دعوے سے ہے یہ ظاہر
مشہور ہو گیا ہے قرآں کلام تیرا

روزِ الست سے اک سرشار ہم نہیں ہیں
عالم ہے مست پیکر وحدت کا جام تیرا

کہ تا ظلمات پہونچا عرش سے جلوا محمدؐ کا

خدا عاشق محمدؐ کا جہاں شیدا محمدؐ کا

... ا ہے / شفاعت کا سرِ محشر چڑھا دریا محمدؐ کا

ہیے تقسیم ... فرشتے سارے گردوں پر / قدم چرخ بریں پر جس گھڑی پہونچا محمدؐ کا

قمر کے صاف دو ٹکڑے ہوئے تھی چرخ اخضر پر / وہ ادنےٰ ایک انگلی کا اشارا تھا محمدؐ کا

ملے حدوث و قدم جس سے ادائیں تھیں محمدؐ کی / قمر تھا جس سے دو ٹکڑے اشارا تھا محمدؐ کا

وہ بیٹھا ہے بتوں کے دل پہ اب اسلام کا سکہ / کہ کلمہ پڑھ رہے ہیں لات اور عزیٰ محمدؐ کا

چلے آؤ مئے توحید کے پیاسو چلے آؤ / نہایت جوش پر ہے آجکل دریا محمدؐ کا

مٹایا جبکہ احمد سے احد نے میم کا نقشہ / فلک پر بنکے عنقا اُڑ گیا سایا محمدؐ کا

نہ چمکیگی تیز ہیٔے خورشید محشر سے یہ سب امت / بنے گا ابر رحمت حشر میں سایا محمدؐ کا

بیاں کیا کر سکے توصیف کوئی جسم انور کی / فرشتے لے اُڑے ہیں عرش پر سایا محمدؐ کا

رہیں محو تماشا رات دن عشاق کی آنکھیں / یہ وہ خورشید سا ظاہر ہوا جلوا محمدؐ کا

بڑھی ہے خوب ہی نام خدا رونق دو عالم کی / جہاں کی زیب و زینت ہے قد بالا محمدؐ کا

احد کا جلوۂ یکتا نہاں تھا شان احمد میں / کہ رشکِ طور سینا بنگیا روضا محمدؐ کا

یہ ادنےٰ فیض حضرت سے قلم میں راستی آئی / بنا طوبائے جنت نام جب لکھا محمدؐ کا

احد ہیں اور احمد میں نہیں ہے فرق کچھ ذاکر / دوئی کے واسطے اِک میم ہے پردا محمدؐ کا

تمہیں کیا ڈر ہے ہو ذکر قیامت لاکھ اے ذاکر
سہارا ہے تمہارے پاس تو اچھا محمدؐ کا

دل ذاکر کو ہے ترا شوقِ لقا یا رسولؐ خدا یا رسولِ خدا

بسم اللہ الرحمٰن الر

ردیف الف

تجلّی زیبِ مطلع وہ لکھا ہے حمدِ یزداں کا
کہ خورشیدِ درخشاں سر ورق ہے میرے دیوانکا

محیطِ شش جہت ہے حکم تیرا واحدِ مطلق
سلیماں ہے اک ادنیٰ غاشیہ بردار فرمانکا

وہی اک ہے کہ ہے پشت و پناہ ہر کس و ناکس
اُسی پر تکیہ ہے دیں کا اُسی پر اہل ایمانکا

ترا ہے گر نہیں جلوہ تجلی گاہِ عالم میں
تری وحدت کا شاہد کیوں ہے نقطہ قرآنکا

تری الفت میں پروانے اکیلے ہی نہیں جلتے
کلیجہ رات بھر جلتا رہا ہے شمع سوزانکا

تری فرقت میں ہر دم ایک جوئے اشک جاری ہے
بنا رکھا ہے گردابِ فنا ہر پاٹ داماںکا

نکالی آگ فرقت میں دو اپنی آہِ سوزاں نے
بہا ہے پانی ہو ہو کر جگر گردونِ گردانکا

بنا ہے قطرہ قطرہ سے بپا طوفان فرقت میں
سمندر بن گیا آنسو ہماری چشمِ گریانکا

ترے دیوانے نے وحشت میں اتنی خاک چھانی ہے
اڑے گا دھجیاں ہو ہو کر اب ہر بیاباں کا

عجب الطاف ہے بندوں پہ صدقے کبریائی کے
سوا ہوتی ہے رحمت پلہ جب جھکتا ہے عصیانکا

عجب اُس نے آیت لاتقنطو فرمائی قرآں میں
گراں بندوں کو کیوں ہو یاس سے پھر بار عصیانکا

شہیدِ عشق نے تیرے حیاتِ جاوداں پائی
کہ تھا اُس تیغ کے جوہر میں چشمہ آبِ حیوانکا

دیوان ذاکر
(از)
شیخ برکت علی ذاکر دہلوی

Zākir, Muhammad Barkatullah

Dīvān